بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمـــَنِ الرَّحِيمِ

BATTLES OF BADR AND UHUD

By Rev. Canon. Edward Sell

جنگِ بدر و جنگِ اُحد

منِ تصنیف

علامہ مرحوم کینن ای سل صاحب

مترجیم

پروفیسر محمد اسمٰعیل ایم اے

1919

جنگِ بدر

622ء میں سردارانِ قریش 1* کی دشمنی کے سبب سے آنحضرت ﷺ کو مکہ سے نکلنا پڑا چنانچہ آپ نے بعض ساکنانِ یثرت کی دعوت کو قبول فرمایا اور اپنے چند ہمراہیوں سمیت بھاگ کر اس مقام کی طرف جو المدیہ یعنی شہر کہلاتا تھا ہجرت کر گئے۔ مدینہ میں اسلامی جماعت کے دو جزو تھے۔ اول مہاجرین یعنی وہ لوگ جو آپ کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر گئے تھے اور دوم انصار یعنی وہ لوگ جو اہل مدینہ میں مشرف بہ اسلام ہو کر آپ کے حامی و مددگار بن گئے تھے۔

اسلامی جماعت کی قوت بڑھانے اور اس میں اخوت کی روح بھرنے کے لئے کئی طرح کے وسائل سے کام لیا گیا اور اگرچہ تھوڑے ہی عرصے میں یہ جماعت مدینہ میں سب سے زبردست ہو گئی تو

1*۔قریش مکہ میں نہایت سر کردہ اور ذی عزت قوم تھی اور آنحضرت ﷺ بھی اسی قوم سے تھے۔ اس مقام پر قریش سے اہل مکہ عام طور پر مراد ہیں۔

بھی اس کے شرکاء میں باہمی اخلاص کی کمی تھی۔ کچھ لوگ منافقین یا ریاکار کھلاتے تھے۔ابن اسحاق بیان کرتاہے کہ وہ فی الحقیقت اپنے باپ دادوں کی بت پرستی سے دست بردار نہیں ہوئے تھے اور سچے دین کو انہوں نے دل سے قبول نہیں کیا تھا۔صرف غلبہ اسلام کے سبب سے وہ ظاہر میں مسلمان کہلاتے تھے لیکن باطن میں ویسے ہی بت پرست اور غدار تھے۔یہودی آنحضرت کے دعوے کی تردید کرتے تھے ۔ بت پرست آپ کے مخالف تھے اور منافقین منتظر تھے کہ موقعہ ملے توآپ کو ترک کریں۔ چنانچہ پہلا سال مدینہ میں ایسے ہی مخالف حالات کے درمیان بسر ہوا۔مدینہ میں مسلمانوں کی اس ابتدائی مصیبت کا اندازہ لگانے میں اکثر کمی ہوئی ہے ۔ مار گولیتھ صاحب بیان کرتے [1]ہیں کہ روز مرہ کی ضروریات زندگی بہم پہنچنا نہایت دشوار ہوگیا تھا چنانچہ اس امر کی آنحضرت کی اس دعا سے تائید ہوتی ہے جوآپ نےمکہ کی طرف لوٹے ہوئے ایک مالدار قافلے کے گرفتار ہونے کے امکان کی خبر پا کر کی تھی۔آپ کے الفاظ یہ تھے "اے پروردگار (یعنی مسلمان) پیدل چلتےہیں توان سوار بنادے وہ بھوکے ہیں توان کو سیر کردے ۔ وہ ننگےہیں توان کو کپڑے عنایت کر۔

---

[1] مسند 2:6 ومسلم 2:148 و110 صفحہ 234۔

وہ مفلس و تہید ست ہیں تو ان کو تو انگر و دولتمند بنادے 1*۔ پس صاب ظاہر ہے کہ روزی بہم پہنچانے اور نئے دین کو ترقی کے لئے جبر اور جنگ وجدل کے اظہار کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اہل مکہ کے مالدار قافلے کو لوٹنے کی کوشش کی گئی اور جنگ بدر کی فتح سے جنگی غلبہ و بالادستی کا کافی اظہار ہو گیا۔ آنحضرت نے اپنی مدنی رہائش کے آغاز ہی میں محسوس کرلیا کہ وہ اپنے اہل وطن سے جنگ کرنا ہی ہو گا چنانچہ آپ نے اپنے پیروان کو اس کے لئے تیار کرنا شروع کردیا جیسا کہ سورہ بقر آیت 215 رکوع 10 میں مرقوم ہے۔ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَعَسَى أَن تَكْرَهُواْ شَيْئًا وَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ "یعنی حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بری لگی ہے تم کو اور شائد تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر تم کو۔ اور اسی طرح سے آیت 245 میں ہے۔ وَقَاتِلُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ "یعنی لڑو اللہ کی راہ میں۔

جنگ بدر سے پیشتر چار مرتبہ آنحضرت خود سر لشکر ہو کر نکلے اور تین مرتبہ آپ کے نائبوں نے لشکر کشی کی لیکن نہ تو قوم قریش ہی کو چنداں نقصان پہنچا سکے اور نہ ہی کچھ لوٹ کا مال بکثرت ہاتھ لگا۔ ماہ رجب میں قریش کے ایک قافلے کو لوٹا لیکن اس سے اتنا فائدہ نہیں ہوا جتنا کہ آپ پر اور آپ کی جماعت پر خوف طاری ہوا۔

1*مدارج النبوت صفحہ 559

کیونکہ یہ مہینہ قدیم الایام سے مقدس چلا آتا تھا اور کسی صورت سے اس میں کشت وخون جائز نہ تھا۔ لیکن آنحضرت کی اس بیباکانہ حرکت کے جواز کی سند وحی آسمانی فوراً لے آیا چنانچہ سورہ بقرہ کی 216 ویں آیت رکوع 11 میں یہ الہامی پیغام مفصل مندرج ہے۔ ان لوٹ مار کے

حملوں نے مسلمانوں میں کشت وخون وار غارتگری کی روح بھر دی اور ان کی نظروں میں انتقام کشی کو جائز ٹھہرادیا چنانچہ سورہ حج رکوع 3 آیت 40و41 میں مرقوم ہے کہ "حکم ہوا ان کو جن سے لوگ لڑتے ہیں ۔ اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ انکی مدد کرنے پر قادر ہے ۔ جن کو نکالاان کے گھروں سے اور کچھ دعویٰ نہیں سوائے اس کے کہ وہ کھتے ہیں کہ ہمارارب اللہ ہے ۔"

اس طرح سے زیادہ شدید اور سخت ترین محاربوں کی راہ تیار ہوچکی تھی اور موقعہ بھی بہت جلد مل گیا۔ جنگ بدر اسلام کی ابتدائی تواریخ کا بڑا عظیم واقعہ ہے ۔ جنگِ بدر کے بارے میں احادیث نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ مورخین نے اس جنگ کا بیان نہایت شرح وبسط کے ساتھ قلم بند کیا ہے۔ دورانِ جنگ میں اعجاز احمدی کا اظہار مانا گیا ہے اور جو اس جنگ میں شہید ہوئے ان کا رتبہ بہت ہی اعلیٰ قرار دیا جاتا ہے اور ان تمام باتوں پر نظر ڈالنے سے

صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت کے وقائع نگاروں نے جنگ بدر کو بہت ہی وقعت کی نگاہ سے دیکھا ہے۔

بدر کی لڑائی 2ھ کے ماہِ رمضان کی 17سترھویں تاریخ کو ہوئی جو اس سال انگریزی مہینے جنوری کے مطابق تھا۔ اس جنگ سے آنحضرت کا رعب لوگوں کے دلوں میں بہت کچھ قائم ہو گیا۔ یومِ بدر یومِ الفرقان کہلاتا ہے کیونہ اس روز خالص ومنافق جدا جدا ہو گئے۔ ایک مسلمان مورخ لکھتا ہے کہ اس روز خود خدا نے مسلمانوں کو ممتاز کیا کیونکہ فتح اسی فتاح وحکیم کی طرف سے ہے۔ اس جنگ کا خاص سبب یہ تھا کہ ایک نہایت مالدار قافلہ سیریا سے مکہ جارہا 1* تھا اور آنحضرت نے اس پر دندانِ طمع تیز کرکے اسے لوٹنے کی ٹھانی تھی۔

اس سے پیشتر ماہِ اکتوبر میں آپ نے اس قافلے کو باہر جاتے ہوئے بھی لوٹنے کی کوشش کی تھی لیکن گوہرِ مراد سے نامراد ہی رہے تھے۔ اب کی دفعہ آپ نے اسے لوٹنے کا نہایت مصمم ارادہ کر رکھا تھا۔ اہل مکہ کا یہ دستور تھا کہ وہ ایک قافلہ موسمِ سرما میں اور ایک موسمِ گرما میں بھیجا کرتے تھے۔اس موقعہ پر ہ قافلہ 2* ابوسفیان کی حراست میں تھا اور اس ایک ہزار (1000) اونٹ نہایت قیمتی اشیائ تجارت سے لدے وہوئے تھے اور

1*ترجمہ مغازی صفحہ 9۔ 2* ترجمہ مغازی صفحہ 14و15۔

کاروان سالار ابو سفیان کے علاوہ قریباً چالیس مصلح آدمی حفاظت کے لئے ہمراہ تھے۔ جب آنحضرت نے سنا کہ یہ قافلہ سیریا سے واپس ہو کر حجاز میں پہنچا ہے تو آپ کو امید پختہ ہوئی کہ اب کی بار ہمارے ہاتھوں سے سلامت بچ کر نہ جائے گا۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو جمع کر کے فرمایا" اہل مکہ کا ایک مالدار قافلہ جارہا ہے کیا اگر خدا اسے ہم کو دیدے تو تعجب کی بات ہو گئی 1* ؟ پھر آنحضرت نے یوں دعا کی کہ " اے خدا اپنے فضل سے پیادہ سپاہیوں کو سوار بنادے۔ تہید ستون کو دولتمند کردے۔ یہ عنایت کر کہ ایک بھی اونٹوں کپڑوں اور مال واسباب کی لوٹ سے خالی ہاتھ نہ آوے 2*۔ آنحضرت کی پیرواں میں سے بعض آپ کی مدد کو تیار ہو گئے بعض اس خیال سے کہ بہتوں کے جانے کی ضرورت نہیں اپنے گھروں سے نہ نکلے۔ تین سو چالیس (340) آدمی مدینہ سے روانہ ہوئے جن میں 87 مہاجرین اور 236 انصار تھے۔ انصار پر لڑنا فرض نہیں تھا کیونکہ انہوں نے آنحضرت سے کوئی اس قسم کا عہد نہیں کیا تھا جو ان کو آنحضرت کے لئے لڑنے پر مجبور کرتا۔ ہاں اگر مدینہ میں کوئی آپ پر حملہ آور ہوتا تو واجب تھا کہ وہ آپ کی حفاظت کے لئے

1* ترجمہ مغازی صفحہ 10۔ 2* ترجمہ مغازی صفحہ 12۔

لڑتے تھے لیکن آپ کی مدنی رہائش کے وسیلے سے انکا تعلق اور رشتہ آپ کے ساتھ بہت ہی گہرا اور پختہ ہوگیا تھا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کی مرضی کے تابع ہوگئے تھے اور بڑی سرگرمی سے آپ کے لئے لڑنے مرنے کو تیار تھے۔ اہلِ عرب کے دل میں دلاوری کا شوق اور لوٹ کی خواہش چونکہ نہایت زبردست جذبات میں سے ہیں اس لئے بھی انصار آمادہ پیکار ہوگئے۔ چنانچہ احادیث میں مرقوم ہے کہ اس مہم پر جانے کا شوق بہتوں کا دامنگیر تھا۔ مسلمانوں کے پاس اونٹ بہت ہی تھوڑے سے تھے لہذا وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت علیؓ کے پاس صرف ایک ہی اونٹ تھا۔ ان کی روانگی کے بعد فوراً ہی آنحضرت نے طلحہ بن عبید اور سعید بن زید کو سیریا کی سرحد کی طرف روانہ کیا تا کہ دریافت کریں کہ اس قافلے کی آمد کے متعلق بدر میں کوئی تیاریاں ہورہی ہیں کہ نہیں۔ انہوں نے بخیر پہنچ کر ایک شخص خشد الجہنی سے ملاقات کی جس نے انہیں چھپا رکھا اور چند روز میں قافلہ آپہنچا۔ خشد مذکور نے حلفاً بیان کیا کہ یہاں آس پاس کوئی جاسوس نہیں ہے۔ جاسوس جس قدر جلدی ہوسکا مدینہ کو لوٹ آئے اور یہ معلوم کرکے کہ آنحضرت بدر کی طرف کوچ کرگئے ہیں جلدی جلدی

دو منزلہ کرتے ہوئے آملے اور خبر دی کہ قافلہ ایک دو روز میں بدر پہنچے ہی کو ہے۔

ابوسفیان سیریا سے روانہ ہونے سے پیشتر ہی آنحضرت کی لوٹ مار کے قصد کی افواہیں 1* سن چکا تھا۔ لہذا اس نے ضمضم کو امداد طلب کرنے کے لئے مکہ کی طرف روانہ کیا اور خود کارواں کو لے کر بحر قلزم کے پاس پاس کی ایک راہ سے بالتعجیل سفر کرنے لگا۔ تاہم بدر راہ میں تھا اور مدینہ سے قریب ہونے کے باعث نہایت خطرے کا مقام تھا۔ ابوسفیان تنہا سوار ہو کر قافلے سے آگے نکلا تا کہ پہلے بدر پہنچ کر وہاں کا حال چال معلوم کرے۔ وہاں اس نے سنا کہ وہاں دو اجنبی آدمی دیکھے گئے تھے اور ان کے اونٹ چاہِ بدر کے قریب ٹھہرے ہوئے تھے۔ اسے لید میں کھجور کی گٹھلیاں بھی ملیں اور وہ پکار اٹھا کہ" بخدا یہ ضرور مدینہ کے اونٹ تھے۔ اس سے یہ معلوم کر کے کہ یہ مسلمان کوچ کر آئے ہیں وہ فوراً قافلے کی طرف لوٹا اور دوسری راہ اختیار کر کے فی الفور گھر کا رخ کیا۔ جو جماعت مدد کو آرہی تھی اسے بھی اس نے کہلا بھیجا کہ اب کچھ خطرہ نہیں۔ واپس لوٹ جاؤ 2*۔

1* دیکھو الوقیدی کے بیانات جن سے صاف ظاہر ہے کہ مسلمان حملہ آور تھے۔

2* روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 293۔

یہ پیغام سن کر بعض مکی تو آمادہِ باز گشت ہوگئے لیکن ابو جہل نے لوٹنے کے خیال کی سخت مخالفت کی اور کہا کہ جب تک بدر پہنچ کر تین دن تک وہاں ٹھہر کر تازہ دم نہ ہو جائیں ہر گز مکہ کی طرف نہیں لوٹینگے۔ ایسا کرنے سے تمام اہلِ عرب ہماری تعریف کریں گے۔ اخنس نے جو زہرا کے خاندان سے واسطہ رکھتا تھا اس کا یوں جواب دیا۔

"اے بنی زہرا۔ ہم اپنے مالِ تجارت کی محافظت کے لئے آئے تھے۔ اب چونکہ خدا نے اس خطرے سے نجات دی ہے اپنے گھروں کو چلو۔ خواہ مخواہ خطرے میں پڑنے کا کیا فائدہ ہوگا"؟ اس پر بنی زہرا اور بنی عدی تو مکہ کی طرف لوٹ گئے لیکن باقی آگے کوچ کرتے گئے اور آخر وادیِ بدر کی شمالی سمت کو جا کر کوہِ اکنکل کے قریب ڈیرا لگایا۔

ضمضم کے مکہ پہنچنے سے تین روز پیشتر عبدالمطلب کی بیٹی عتیکہ نے ایک نہایت ہولناک خواب دیکھا۔ اس نے اپنے بھائی عباس سے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ اہل مکہ پر ایک بڑی مصیبت آنے والی ہے۔ میں نے شتر سوار کو دیکھا جو چلا چلا کر کہتا تھا کہ اے دغا بازو دہات میں تین دن کا سفر کرکے اپنی ہلاکت کو پہنچو۔ عباس نے حرمِ کعبہ میں جا کر تین

مرتبہ اس خواب کی آگاہی کو دہرایا۔ پھر وہ قریب کی ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا اور وہاں بھی اس آگاہی کو تین مرتبہ دہرایا۔ پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر مدینہ کی طرف پھینکا۔ اس پتھر کے بہت سے ٹکڑے ہوگئے اور جا کر بہت سے گھروں کو لگے۔عباس نے یہ دیکھ کر کہا " یقیناً یہ الہامی رویا ہے اور میں کسی سے اس کا ذکر نہیں کرونگا۔" لیکن عباس اس راز کو پوشیدہ نہ رکھ سکا۔ اس نے اپنے دوست ولید سے اس کا ذکر کیا اور ولید نے اپنے باپ سے بیان کیا اور ہوتے ہوتے عام طور پر سب لوگوں میں اس بات کا چرچا ہونے لگا۔ دوسرے روز جبکہ عباس کعبہ کا طواف کررہا تھا ابوجہل نے طنزاً اس سے کہا "تمہارے خاندان میں کب سے نبیہ پیدا ہوئی ہے ؟ اگر کچھ وقوع میں نہ آیا تو میں ضرور یہ سند دونگا کہ تمہارے خاندان میں ایک مکاروفریبی ہے۔" عباس بہت ہی ہزیمت خوردہ ساہو کر گھر پہنچا تو گھر کی عورتوں نے اسے ملامت کرکے کہا" تم نے رذیل ابوجہل کو اجازت دی کہ تمہارے خاندان کے مردوں کی توہین کرے اور اب اس نے عورتوں کی اہانت میں قدم رکھا ہے۔ کیا تم ایسے برتاؤ کو روا رکھو گے؟" عباس ان باتوں سے نہایت برافروختہ ہوا اور ابوجہل سے

دودوہاتھ کرنے کے ارادے کا اظہار کرکے لڑائی کے لئے بہانہ ڈھونڈھنے لگا۔ تیسرے روز صبح کے وقت کعبہ کو گیا اور وہاں ابوجہل کو دیکھا لیکن ابوجہل نے اس سے ملاقات ہی نہ کی بلکہ وہاں سے بھاگ گیا۔ مگر اس کا بھاگنا عباس سے خائف ہونے کے سبب نہ تھا بلکہ اس کے

خوف کا موجب ضمضم کی آواز تھی جو وحشت اثر خبر لے کر ابھی آیا ہی تھا- تباہی کے نشان کے طور پر اس نے اپنے اونٹ کے کان کاٹ ڈالے-زین الٹا باندھا اور اپنے کپڑے پھاڑے اور بلند آواز سے پکار کر کہا" قریش ! قریش ! محمد تمہارا قیمتی مال تجارت لوٹ لے گا-اس مال کو بچانے کے لئے وقت پر پہنچنا تمہارے لئے بہت مشکل ہے - مدد کے لئے جلدی آؤ" اہلِ مکہ اپنے مال تجارت کے لٹ جانے کے امکان کی خبر پا کر نہایت گھبرائے اور جلدی جلدی روانگی کی تیاری کرنے لگے وہ کہتے تھے " کیا محمد خیال کرتا ہے کہ جس طرح وہ عمر ہدرمی کے کارواں پر جا پڑا تھا ویسے ہی اس کارواں پر بھی آپڑیگا؟ بخدا ہم اس کو بخوبی سمجھا دینگے کہ اس کی بالکل خام خیالی اور غلط فہمی ہے " ابوسفیان سے تحریک پا کر اہل مکہ نے مجموعی طور پر لشکر کشی کی تا کہ محمد کو اس کی بیباکی کی سزا دیں اور آئندہ کے لئے

اپنے مالِ تجارت کی سلامی پرمہر کردیں۔ مکہ کے بڑے بڑے رئیس ہتھیار باندھ کر روانہ ہوئے۔ صرف ابولہب نے لات وعزیٰ کی قسم کھا کر کہا" میں نہ جاؤنگا اور نہ کوئی اپنا عوض بھیجونگا۔ لیکن ابوجہل نے اسے طنزاً کہا کہ تم بھی مسلمان ہو۔ کہا جاتا ہے کہ اس طعن کے سبب سے اس نے عاصِ بن ہشام اپنے ایک مقروض کو بھیجا۔ امیہ چونکہ بوڑھا تھا اس نے کسی کو اپنا عوض بنا کر بھیجنے کا قصد کیا۔ اس پر عقبہ نے انگیٹھی میں چند کوئے سلگا کر خوشبو کے ساتھ اس کے سامنے پیش کرکے کہا" اپنے تئیں معطر کرلے کیونکہ تو عورت ہے" قریباً ایک ہزار جنگی مرد ایک سو گھوڑوں کے ساتھ اپنی قوت وجمعیت پر بھروسہ کئے ہوئے بڑی امید سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ ابوجہل نے کہا" اب محمد اور اس کے ساتھی اگر یہ خیال کریں کہ وہ ہم پر ویسی ہی فتح حاصل حاص کرینگے جیسی نخلہ میں حاصل ہوئی تھی تو ان کی سخت غلط فہمی اور اول درجے کی خام خیالی ہوگی۔ ہم ان کو دکھلادینگے کہ ہم اپنے کارواں کی محافظت کرسکتے ہیں۔ 1*

1* ان سرداران لشکر کی تقریریں مجموعہ کامل کے 20ویں صفحہ میں مندرج ہیں اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لشکر کشی اپنے کارواں کو خطرے سے بچانے کی غرض سے تھی۔

اس فوج کے ساتھ گانے بجانے والی عورتیں بھی تھیں جو اپنی راگینوں کے وسیلے سے مصائب سفر کو ہلکا کرتی تھیں اور راستے میں جہاں کہیں کوؤں کے پاس قیام کرتے تھے نغمہ وسرود سے جی بہلاتی تھیں۔

اسلامی فوج میں کل (305) آدمی اور چالیس اونٹ تھے۔1* یہ آٹھویں رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور ان کو پوری امید تھی کہ مقام بدر میں کارواں کو کسی قدر بے یارومددگار ہی پاوینگے۔ دو دو تین تین آدمی ایک ایک اونٹ پر سوار تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ اور زید بن حارثؓ باہم سوار ہوئے۔ سب کے سوار ہونے کے لئے اونٹ کافی نہیں تھے اس لئے آنحضرت نے دعا کی کہ خدا سواری کے جانور بہم پہنچاوے اور ضرورت والوں کو خوراک و پوشاک بھی عنایت کرتے2*۔ یہ سب کچھ ہوا۔ میز خوند بیان کرتا ہے کہ ابو سفیان کو سزا دینا اور کارواں کو لوٹنا ہی مقصود تھا۔3* راستے میں آنحضرت نے خبر سنی کی اہلِ مکہ نے کارواں کی حفاظت کے لئے ایک فوج بھیجی ہے۔ اس پر آپ نے اپنے ہمراہیوں

1*۔ بعض نے لکھا ہے کہ 73 اونٹ اور 3 گھوڑے تھے۔ 2*۔ ترجمہ مغاذی صفحہ 34۔ 3*۔ روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 286۔

سے مشورت کی کہ اب کیا کریں۔ ابوبکر نے عرض کی کہ جو کچھ حضور انور کی مرضی مبارک ہو گی ہم اسی پر کاربند ہونگے اور عمر نے بھی اسی بات کی تائید کی۔ پھر مقداد بن عمرو نے کھڑے ہو کر کہا " یارسول اللہ جہاں خدا ہم کو لیجانا چاہتا ہے اسی طرف ہماری ہدایت ورہبری فرمائیے ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں ہونگے جنہوں نے موسیٰ سے کہا تھا ہم یہیں رہینگے۔ تو اور تیرا خدا جا کر دشمنوں سے جنگ کرو۔ بلکہ ہمارا قول یہ ہے کہ ہم تیرے اور تیرے خدا کے ساتھ ہو کر جنگ میں شریک ہونگے۔ اس پر آنحضرت نے اس کا شکر یہ ادا کیا اور اسکی سرگرمی کی تعریف کی۔ چونکہ اب تک جنہوں نے کچھ کہا تھا وہ سب کے سب مہاجرین میں سے تھے اس لئے آنحضرت نے انصار کے خیالات کو بھی دریافت کرنا چاہا جو سوائے مدینہ کی حفاظت کے کسی اور حالت میں لڑنے پر مجبور نہ تھے۔ تب آنحضرت کے استفسار کے جواب میں سعد بن معاذ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہم آپ کی رسالت پر ایمان لائے ہیں اور آپکی فرمانبرداری پر عہد باندھا ہے۔ جدھر آپ چاہیں ہم کو لے چلیں ہم آپ کی پیروی کرینگے۔ اس پر آپ نے فرمایا "خوشی سے آگے بڑھو۔ قریش کی شکست کے بعد کارواں ہمارے

ہاتھ آئے گا۔ خدا نے مجھ سے یہ وعدہ فرمادیا ہے۔" پس مسلمان منزلیں طے کرتے ہوئے رمضان کی سترھویں (17) تاریخ کو منزل مقصود تک پہنچے اور بدر سے کچھ فاصلے پر ڈیرا لگایا۔ رات کے وقت آنحضرت نے علی، زبیر، سعد بن ابی وقاص کو بھیجا کہ میدان کا حال دریافت کریں۔ وہ صبح کو لوٹ کر آئے اور مکہ والوں کے دو آدمی بھی جو پانی کی تلاش میں بھیجے گئے تھے پکڑ لائے۔ آنحضرت نے ادای نماز کے بعد اہلِ مکہ کی موجودہ حالت کے متعلق استفسار کیا۔ وہ دونوں ابو سفیان کے نوکر تھے اور انہوں نے آنحضرت کے استفسار کے جواب کے متعلق اپنی لاعلمی پیش کی لیکن سخت زدو کوب کے بعد بیان کیا کہ مکی فوج وادی کی دوسری جانب چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے دامن میں اتری ہوئی ہے آپ نے پوچھا" انکی تعداد کیا ہے؟" انہوں نے کہا" ہم نہیں جانتے" ۔ پھر آپ نے پوچھا" ہر روز کھانے کے لئے کتنے اونٹ ذبح کیا جاتے ہیں؟" انہوں نے کہا 9 یا 10 ۔ اس پر آپ نے فرمایا" تب وہ ضرور 900 یا 1000 مرد ہیں۔" آپ نے یہ بھی دریافت کرلیا کہ بنی زہرا اور بنی عدی مکہ کو لوٹ گئے ہیں۔ مکہ والوں اور مسلمانوں کو فکر

تھی کہ کسی طرح سے ہم پہلے بدر پہنچیں اور پانی پر قابض ہوجائیں کیونکہ وادی بدر میں صرف ایک ہی چھوٹی سی ندی بہتی تھی اور اسی سے چند جگہوں پر چشمے پیدا ہوگئے تھے۔ مسافروں کے آرام کی خاطر ان چشموں سے پیوستہ حوض بنادیئے گئے تھے۔ آنحضرت ان سب سے نزدیک ترین چشمے کے پاس ڈیرا لگایا۔ حباب نے صلاح دی کہ آگے بڑھئے اور دشمنوں کے پاس کے چشمے پر بھی قابض ہوجائیے اور باقی تمام حوض توڑ ڈالئے۔ اس صلاح پر عمل کیا گیا اور پانی پر مسلمانوں کا پورا تسلط وقبضہ ہوگیا۔ اب آنحضرت کے لئے کھجور کے پتوں سے ایک جھونپڑی تیار کی گئی اور اس کے پاس دو گھوڑے کھڑے کئے گئے تاکہ اگر مدینہ کی طرف بھاگنے کی ضرورت پڑے تو کام آویں۔ میدان بالکل ریگستان تھا اور اس میں چلنا از بس دشوار تھا لیکن رات کو خوب زور کی موسلادھار بارش ہوئی جس سے زمین خوب سخت اور بآسانی چلنے پھرنے کے لائق بن گئی 1* اور مسلمان اس میں خدا کا ہاتھ محسوس کرنے لگے کیونہ سورہ انفال رکوع آیت 11 میں

1* بعض نے لکھا ہے کہ وہاں بہت کیچ ہوگئی اور مکہ والوں کو چلنا پھرنا مشکل ہوگیا۔

مرقوم ہے۔ إِذْ يُغَشِّيكُمُ النُّعَاسَ أَمَنَةً مِّنْهُ وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُم مِّن السَّمَاء مَاء لِّيُطَهِّرَكُم بِهِ وَيُذْهِبَ عَنكُمْ رِجْزَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الأَقْدَامَ "یعنی جس وقت ڈالدی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط گرہ دے تمہارے دلوں پر اور ثابت کرے تمہارے قدم"۔

مسلمانوں نے رات بھر خوب آرام کیا لیکن آنحضرت کو دشمن کے خواب آتے رہے۔ ان خوابوں سے آپ کی ہمت بڑھی اور آپ نے بیان فرمایا کہ یہ خواب اسی غرض سے خدا نے عنایت کئے ہیں۔ چنانچہ رسورہ انفال (5رکوع آیت 45) میں مندرج ہے إِذْ يُرِيكَهُمُ اللّهُ فِي مَنَامِكَ قَلِيلاً وَلَوْ أَرَاكَهُمْ كَثِيرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الأَمْرِ "یعنی جب اللہ نے ان کو دکھایا تیرے خواب میں تھوڑے اور اگروہ تجھ کو بہت دکھاتا تو تم نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں۔"

اسلامی فوج اس طرح سے تازگی اور ہمت افزائی حاصل کرکے کارزار کے لئے تیار ہوگئی۔ آنحضرت نے قریش کو دور سے دیکھ

کر کہا " اے پروردگار تو نے فی الحقیقت مجھ پر کتاب نازل کی ہے اور مجھے لڑنے کا حکم دے کر وعدہ کیا ہے کہ تو مجھے 1* دو میں سے ایک ضرور دیگا۔"پھر آپ نے یوں دعا کی " اے میرے خدا ! بت پرست لوگ عجب و تکبر سے سرشار ہو کر تیرے رسول سے لڑنے اور اس پر مفتری کا الزام لگانے کو آرہے ہیں۔ اے پروردگار ! جس مدد کا تو نے وعدہ فرمایا ہے اب وہ مدد بھیج دے ۔" کہا جاتا ہے کہ اس دعا کے جواب میں ذیل کا وحی نازل ہوا جیسا کہ سورہ انفال (رکوع 1 آیت 9) میں مسطور ہے ۔" إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُرْدِفِينَ "یعنی جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہارے پکار کہ میں مدد بھیجونگا تمہاری ہزار فرشتے 2* لگاتار آنے والے ۔"

پھر آنحضرت نے اپنے اہلِ لشکر کی صف بندی کر کے ان کو وہ صفوں میں کھڑا کیا اور نعرہِ جنگ کے لئے لفظ احد بتایا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ مکہ والوں میں بعض قریشی ایسے بھی ہیں جو اپنی مرضی کے خلاف مجبوراً ہم سے لڑنے آئے ہیں مثلاً بنی ہاشم وغیرہ۔ انہیں قتل نہ کرنا۔ ابو البختاری کو بھی قتل نہ کرنا اور خاص کر میرے

1* یعنی کارواں یا اپنی تمام جماعت ابوسفیان۔

2* بعد میں سورہ عمران 13 رکوع 123 آیت میں فرشتوں کا یہی شمار بڑھا کر تین ہزار بیان کیا گیا ہے۔

چچا عباس کو ہر گز کسی طرح سے نقصان نہ پہنچانا۔ اس پر ابو حذیفہ نے کہا " جبکہ ہم اپنے آباو اخوان اور دوستوں کو قتل کرتے ہیں تو عباس کو کیسے چھوڑدینگے ؟ بخدا اگروہ کہیں مجھ سے دوچار ہوا تو میں ضرور اسے اپنی تلوار کا مزہ چکھاؤنگا۔" لیکن آنحضرت کے چہرے پر خفگی کے آثار نمایاں دیکھ کر اس نے توبہ کی اور کہا کہ " میں شہید ہو کر اس خطا کی معافی حاصل کرونگا۔"

اتنے میں قریش وادی میں اترنے لگے۔ ایک مخبر نے خبر دی کہ مسلمانوں کا شمار قریباً 300 سے ہے اور سب کے سب قدر آور و قوی اور لڑائی کے مشتاق ہیں۔ ادھر سے آنحضرت نے عمر کو اہلِ مکہ کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ مکہ کی طرف لوٹ جاؤ۔ میں لڑنا نہیں چاہتا۔ اس سے مکی فوج میں پھر واپس لوٹ جانے کا مضمون پیش ہو گیا۔ سرداران فوج میں سے شیبہ وعتبہ نے لوٹ جانے پر بہت زور دیا اور کہا کہ " بالفرض اگر ہم محمد کے تمام ہمراہیوں کو قتل بھی کرڈالیں تو ہماری طرف سے کم از کم اتنے ہی ضرور مارے جائینگے۔" ابوجہل نے اس رائے کی مخالفت کی اور کہا کہ " بخدا عتبہ تو دشمن کی صورت دیکھ کر ڈر گیا ہے۔ جب تک خدا ہمارے جھگڑے کا فیصلہ نہ کرے ہم ہر گز مکہ کو واپس

نہیں جائینگے۔" ابوجہل نے معقول طور پر یہ بات پیش کی کہ آئیندہ کے لئے ہمارے قافلوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ ہم لڑیں 1*۔ اور مسلمانوں کو شکست دیں۔ کیونکہ ہمارے کارواں کے لوٹنے سے باز نہ آئیگا۔ تو محمد کچھ وعدہ بلکہ ذکر تک بھی نہیں کرتا۔ پھر اس نے عمرو سے مخاطب ہو کر کہا" اپنے بھائی کے قاتلو کو دیکھ ۔دیکھ یہ انتقام لینے کا موقع ہے۔" اس سے تمام مکی فوج میں جوش پیدا ہو گیا اور وہ لڑائی کے لئے تیار ہو گئے۔

لڑائی شروع یوں ہوئی کہ قریش کے چند سوار پانی لینے کو آگے بڑھے اور مسلمانوں نے ان پر حملہ کیا جن میں سے صرف ایک بچ کر نکلا جو اس جانبری کی شکر گذاری میں چند سال بعد مسلمان ہو گیا۔ پھر ایک اور جنگ آزمودہ سپاہی اسونامی نے پانی تک پہنچنے کا عزم بالجزم کرکے کہا" مجھے قسم ہے کہ میں ضرور یا تو اس پانی سے پیونگا یا حوض کو توڑ ڈالونگا۔"حمزہ نے اس کا سامنا کیا اور ایک ہی ضربت تیغ سے اس کی ٹانگ قریباً کاٹ ڈالی۔ زخمی مرد اپنے تیئں بچاتا ہوا رینگتے رینگتے جوں توں کرکے پانی تک پہنچا۔ کچھ پانی پیا اور حوض کا ایک حصہ توڑ ڈالا۔ اس طرح

1*روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 305۔

سے اس نے اپنی قسم کو پورا کیا اور تھوڑی ہی دیر بعد سخت زخموں کے سبب سے راہئی ملک عدم ہو گیا۔

عربی دستور کے مطابق شخصی لڑائی کے لئے شیبہ، عبہ اور ولید بن عتبہ تین مبارزین نے لشکر مکہ سے میدان میں نکل کر مسلمانوں سے تین مقابل طلب کئے۔ اس پر، معاذ، معوذ، اور عوف فوراً ان سے لڑنے کو نکلے لیکن جب عتبہ نے پہچانا کہ وہ تینوں انصار ہیں تو ان سے لڑنے سے انکار کیا اور کہا کہ " میرا تم سے کوئی تنازع نہیں ہے۔ ہماری 1* قوم کے آدمی ہمارے مقابلے کو نکلیں۔" اس پر آنحضرت نے اپنے قبیلے کے آدمیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا " اے بنی ہاشم! اٹھو اور اپنے حق کے مطابق لڑو۔" پس عبیدہ، حمزہ اور علی تینوں آنحضرت کے رشتہ دار نکلے۔ ان کو دیکھ کر عتبہ نے کہا " اب بولو تا کہ ہم کو معلوم ہو کہ تم کون ہو۔" حمزہ نے جواب دیا" میں عبدالمطلب کا بیٹا۔ شیرِ خدا اور شیر رسول حمزہ ہوں۔" عتبہ نے کہا " بے شک تو تو ہم پلہ دشمن ہے لیکن یہ دوسرے دو کون ہیں؟" ان کے نام سن کر اس نے کہا کہ ہر ایک

1* بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ محمد صاحب نے ان تینوں کو واپس بلالیا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ لڑائی شروع کرنے کی دعوت ان کے اپنے رشتہ داروں ہی کو ملے۔

اور علی نے اس کا مقابلہ کر کے تھوڑی ہی دیر میں اسے ایک مہلک زخم لگایا۔ پھر عتبہ آمادہ پیکار ہوا اور حمزہ نے اس سے نبرد آزمائی کر کے اس کا کام تمام کردیا۔ اب شیبہ اکیلا رہ گیا اور عبیدہ سے لڑنے کو اس کے قریب آیا۔ دوسروں کی نسبت ان کے مقابلے نے طول کھینچا اور عبیدہ کو ایک ایسا زخم لگا جس سے وہ چند ہی روز میں مر گیا۔ اپنے بہادر کو مغلوب دیکھ کر علی اور حمزہ دونوں نے باہم مل کر شیبہ پر حملہ کیا اور آن کی آن میں اسے مار ڈالا۔ مکہ والوں کا ان تین بہادروں کے مرنے سے بڑا نقصان ہوا اور ان کی ہمت پست ہو گئی۔ حالانکہ مسلمانوں کی ہمت بڑھ گئی اور یہ نعرہ بلند ہوا کہ " اے فتحمند قتل کر" اور اس نعرہ سے آتش جنگ تمام لشکر گاہ میں مشتعل ہو گئی۔ اب آنحضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر اس جھونپڑی میں جو آپ کے لئے تیار کی گئی تھی جا گھسے اور یوں دعا کرنے لگے کہ " اے پروردگار اپنی رسالت کو پورا کر۔ اگر ایمانداروں کی یہ چھوٹی سی جماعت ہلاک ہو گئی تو تمام روی زمین پر تیری خدمت کے لئے کوئی بھی نہیں ہو گا۔" ابو بکر نے کہا " یا رسول اللہ بس کرو۔ خدا اپنے وعدہ کو فراموش نہیں کرے گا۔" فوراً آنحضرت ﷺ کانپنے

لگے اور بے ہوش 1*ہوگئے۔ جب پھر ہوش آیا توآپ نے فرمایا" اے ابوبکر شادمانی کر خدا نے ہمیں مدد بھیج دی ہے۔ میں جبرائیل فرشتہ کو دیکھتا ہوں کہ اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے کھڑا ہے۔" پھر آپ اس جھونپڑی سے نکلے اور نعیم بہشت کی ترغیب وتحریص کے وسیلے سے جنگ آوروں کو جوش دلا کر نار حرب کو مشتعل کرنے لگے۔آپ نے نہایت بلند آواز سے اعلان کیا کہ" جو کوئی بہادری اور دلیری سے لڑیگا اور زخموں سے مریگا سیدھا بہشت میں جائیگا۔ ایک مسلمان نے پوچھا" کہ کیا کیا جاوے کہ خدا بھی مسکرانے لگے"؟آپ نے فوراً جواب دیا کہ " صرف ایمان کا ہتھیار پہن کر لڑائی میں جا گھسنے سے خدا مسکرائیگا۔" وہ مسلمان فوراً اپنے ہتھیار پھینک کر مسلح دشمنوں میں جا گھسا اور بہت سے زخم کھا کر مر گیا۔ محد ثین بیان کرتے ہیں کہ جبرائیل اورمیکائیل سفید پوشاک پہن کرآنحضرت کے دائیں بائیں کھڑے تھے۔ اس روز بڑے زور کی آندھی چل رہی تھی۔ علی کہتا ہے کہ جیسی تند ہوا یوم ِ بدر میں چلی اس سے پیشتر کبھی ایسی محسوس نہیں ہوئی تھی ۔ تین سخت جھونکے آئے۔

1*بعض خیال کرتے ہیں کہ آپ خوف سے بے ہوش ہوگئے لیکن زیادہ اغلب اور قرین قیاس یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ یہ وہی غش یا مرگی تھی جو آپ کے الہامات کی ہمیشہ پیش رو تھی۔

پہلے جھونکے کے ساتھ جبرائیل۔ دوسرے جھونکے کے ساتھ میکائیل اور تیسرے جھونکے کے ساتھ اسرافیل آپہنچا اور تینوں کے ساتھ ایک ایک ہزار فرشتہ 1* تھا۔ آنحضرت نے اپنے فائدے کی سوچ کر فرمایا کہ یہ ملک الموت کا ایک ہزار (1000) فرشتوں کے ساتھ گزرانا تھا جن میں سے ہر ایک گردباد کی طرح دشمنوں پر جا گرتا تھا۔ پھر وحی نے اس کی تائید کردی۔ چنانچہ سورہ انفال (رکوع 9آیت 10)میں یوں مرقوم ہے إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُم بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلآئِكَةِ مُرْدِفِينَ وَمَا جَعَلَهُ اللّهُ إِلاَّ بُشْرَى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ "جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد بھیجونگا تمہاری ہزار فرشتے لگاتار آنے والے اور یہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور تاکہ چین پکڑیں دل تمہارے۔"

کہتے ہیں کہ شیطان نے سراقہ کی صورت اختیار کرکے مکہ والوں سے کہا کہ " تم کو کوئی شکست نہیں دے گا۔" لیکن اس نے فرشتوں کو دیکھا تو وہاں سے چلایا اور کہا کہ " میں تم سے بری الذمہ ہوں کیونکہ میں کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے ہو۔"

1* روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 319۔ اس واقعہ کی بابت مختلف رایوں کو دیکھنے کے لئے اسی کتاب کا صفحہ 322 ملاحظہ کیا جاوے۔

جب لڑائی خوب زور سے ہونے لگی تو آنحضرت نے ایک مٹھی سنگریز اٹھا کر انہیں قریش کی طرف پھینکا اور فرمایا" تمہارے منہ پریشان ہوجاویں۔ ان کے دل خوف ودہشت سے بھر جاویں اور وہ 1* بھاگ نکلیں۔ "کہا جاتا ہے کہ آنحضرت کا یہ فعل الہیٰ ہدایت کے مطابق تھا۔ چنانچہ سورہ انفال (2رکوع 16آیت)میں مندر ہے" وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَـٰكِنَّ اللّٰهَ رَمَى "یعنی تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔" اس وقت بڑے زور سے حملہ کیا گیا۔ مکہ والے پس پا ہوگئے اور ان میں سے بہت سے مارے گئے۔کہتے ہیں کہ جب آتش کارزار بڑے زور سے شعلہ زن تھی آنحضرت یوں دعا کررہے تھے کہ" اے پروردگار اگر کافر فتح مند ہوئے تو شرک پھیل جائے گااو تیرا دین متین مضبوط نہیں رہے گا۔ 2*۔ عین معرکے میں معاذ ابوجہل سے دوچار ہوا اور ایک ہی ضرب سے اس کی ٹانگ زانو کے اوپر سے کاٹ ڈالی۔ اس پر ابوجہل کے بیٹے نے معاذ پر حملہ کرکے اس کا بازو قریباً کاٹ ڈالا۔ اب چونکہ معاذ کا بازو لڑنے میں رکاوٹ کا باعث تھا اس نے بازو کو بالکل

1*۔ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ سنگریزے مکہ والوں کے منہوں اور آنکھوں میں جا پڑے اور راستہ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ مجموعہ طالب صفحہ 20۔

2*۔ ترجمہ مغازی صفحہ 40۔

کاٹ کر الگ پھینک دیا اور بدستور سابق کارزار میں مصروف ہو گیا آنحضرت کا حکم تھا کہ ابو مختار قتل نہ کیا جاوے لیکن جب اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھیوں کے ساتھ وہی سلوک نہیں ہوگا تو اس نے اپنی جان بچانا منظور نہ کیا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ مکہ کی عورتیں کہیں کہ اس نے اپنے ساتھیوں کو ترک کر کے اپنی جان بچائی۔مکہ والوں میں سے امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا علی دونوں اکیلے رہ گئے اور بھاگ کر جان بچانے کی بھی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اتفاقاً عبدالرحمٰن جو پیشتر مکہ میں ان کا بڑا دوست تھا پاس سے گزرا اور اس کے پاس مقتولوں کے ہتھیار تھے۔ امیہ نے پناہ کے لئے اسے پکارا اور کہا کہ فدیہ میں تجھے اس قدر مال ملیگا جو ان ہتھیاروں کی قیمت سے کہیں بڑھ کر ہوگا۔ اس درخواست پر عبد الرحمٰن نے ان کو اسیر کرلیا اور جب اسلامی لشکر گاہ میں داخل ہوا تو بلال سے ملاقات ہوئی۔ یہ وہی بلال ہے جو آنحضرت کا موذن تھا۔ اس نے امیہ کو قتل کرنا چاہا۔ اس پر عبدالرحمٰن نے کہا " خبردار یہ میرا قیدی اور میری حفاظت میں ہے۔" لیکن بلال نہایت غضب آلودہ تھا۔ وہ کہنے لگا کہ " اگر میں اسے قتل نہ کروں تو خدا مجھے ہلاک کردے۔ دیکھو مسلمانو! بت پرستوں کا سردار یہ ہے"۔

یہ سن کر وہاں بہت بھیڑ جمع ہو گئی اور باوجودیکہ عبدالرحمنٰ نے بچانے کی بہت کوشش کی امیہ کے ٹکڑے ٹکڑے کردئے گئے ۔ پس عبد الرحمنٰ کو فدیہ نہ ملا 1* اور وہ ہتھیار بھی اس کے ہاتھ سے گئے ۔ سعد بن معاذ کی رائے یہ تھی کہ تمام قیدی قتل کئے جاویں 2*۔ فتح حاصل ہونے پر آنحضرت نے سب سے پہلے یہ دریافت کیا کہ آپ کا جانی دشمن ابو جہل مارا گیاہے کہ نہیں۔ آپ کا خادم فوراًذ ابو جہل کی تلاش میں نکلا اور اسے ہنوز زندہ پایا۔ اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر کہا " اے خدا کے دشمن تو حواس باختہ ہے اور فتح خدا اور اس کے رسول کی ہے ۔" پھر اس کا سر کاٹ کر آنحضرت کی خدمت میں لاپیش کیا جسے دیکھتے ہی آنحضرت نے فرمایا" میری 3* نظر میں تمام عرب کے اچھے سے اچھے اونٹ سے بھی زیادہ قیمتی ہے ۔"

فتح بدر کے بارے میں جب بیاناتِ قیدی کہا جاتا ہے کہ اسلامی سپاہیوں کو اس قدر غیر معمولی طاقت دی گئی تھی کہ ان میں سے 20 مکہ والوں کے 100 کو مغلوب کرسکتے تھے ۔ علاوہ بریں اس فتح کا ایک خاص سبب یہ بھی تھا کہ آسمان سے فرشتوں

1* روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 325۔ 2* روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 328۔

3* ترجمہ مغازی صفحہ 67 وقیدی جس سے اقتباس میور صاحب کی لائف آف محمد جلد 3 صفحہ 109۔

کی فوج مسلمانوں کی مدد کے لئے نازل ہوئی تھی۔ ایک بت پرست عرب اپنے دوست کے ساتھ کھڑا تماشہ کارزار کررہا تھا اور لڑائی ختم ہونے پر کچھ لوٹ کی امید رکھتا تھا۔ اس کا بیان ہے کہ اس نے کسی کو یہ کہتے سنا کہ "اے ہیزوم 1* آگے بڑھ" اور وہ خوف سے قریب المرگ ہوگیا اور اس کے ساتھی پر بھی خوف کی کوئی حد نہ رہی۔ ایک مسلمان بیان کرتا ہے کہ وہ مکہ والوں میں سے ایک کا تعاقب کررہا تھا تاکہ اسے پکڑ کر قتل کرے اور کیا دیکھتا ہے کہ اس کے مغلوب کا سر یکایک کٹ کر زمین پر گر پڑا جو کسی پوشیدہ ہاتھ اور پوشیدہ تلوار سے کاٹا گیا۔ پھر یہ بھی بیان کیا جاتاہے کہ مکہ والے اگرچہ دیکھ نہیں سکتے تھے تو بھی انہیں فوجِ فرشتگان کے گھوڑروں کا شور سنائی دیتا تھا۔ جب مسلمان مدینہ کو واپس آئے تو مبارکبادیوں کے جواب میں یہی کہتے تھے کہ اے مدینہ والو ہم تحسین آفرین کے حقدار نہیں ہیں فتح ہماری قوت وبہادری کا نتیجہ نہیں ہے کیونکہ ہم نے اپنے دشمنوں کو قتل کئے بغیر ہی مقتول دیکھا۔ پھر یوں بھی کہتے ہیں کہ اہل مکہ نے بھی شکست کو فوج فرشتگان کے دخل سے منسوب کیا لیکن چونکہ

1*جبرائیل کے گھوڑے کا نام ہے۔

ان تمام بیانات کے سب روای مسلمان ہیں اس لئے یہ بیانات وروایات چنداں قابلِ وثوق واعتماد نہیں ہیں۔ جب ابوسفیان مکہ میں پہنچا تو ابولہب نے اس سے کہا " اے میرے بھتیجے ہم سے بیان کر کہ کیا حال ہے" اس نے جواب میں کہا " میں نے زمین وآسمان کے درمیان فضا میں بوقلموں گھوڑے کے سوار دیکھے جن کے مقابلے کی کوئی تاب نہیں لاسکتا۔ اس واقعہ کے بعد قرآن بیان کرتا ہے کہ قریش کو معجزانہ طور پر خرقِ عادت اور فوق الفطرت امور دکھائے گئے۔ چنانچہ سورہ عمران (1رکوع 11آیت) میں مرقوم ہے فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِي سَبِيلِ اللّهِ وَأُخْرَى كَافِرَةٌ يَرَوْنَهُم مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ "یعنی ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری من کر ہے۔ یہ ان کو دیکھتی ہے اور اپنے دو[1]* برابر صریح آنکھوں سے۔"

جنگِ بدر میں مکہ والوں کے 70آدمی مارے گئے جن میں سے

---

[1]* سورہ انفال کی 46آیت 5رکوع میں لکھاہے کہ مسلمانوں کو مکہ والوں کی آنکھوں میں تھوڑا دکھایا۔ مفسرین اس اختلاف کے قائل ہیں اور اس کو یوں رفع کرتے ہیں کہ سورہ عمران کا بیان سورہ انفال کے بیان سے مقدم ہے۔

20 بڑے بڑے سردار تھے لکھا ہے کہ علی نے اپنے ہاتھ سے 24 قتل کئے۔ مسلمان مقتولوں کا کل شمار 14 تھا جن میں سے 6 مہاجرین اور 8 انصار تھے۔ اگرچہ لوٹ کا مال جو حاصل ہوا اس قدر نہ تھا جس قدر کارواں کے قابو آنے سے حاصل ہونے کی امید تھی تو بھی بہت تھا۔ چنانچہ 10 گھوڑے۔ 150 اونٹ ، بہت سا قیمتی اسباب اور قیدیوں کے فدیہ کی بڑی بڑی رقوم فتح کے حاصلات تھے۔ مکہ والوں کی بہت سی لاشیں ایک چاہ میں ڈالدی گئیں۔ آنحضرت اس چاہ کے کنارے پر کھڑے تھے اور ان مقتولوں کے نام لے کر کہنے لگے " او نبی کے لائق ہم وطنو! تم نے مجھے مفتری قرار دیا۔ تم میری رسالت پر ایمان نہ لائے اور مجھ سے آمادہ پیکار ہوئے۔ جو دھمکیاں تم مجھے دیتے تھے وہ سب خدا نے تمہارے حق میں پوری کیں اب میں خدا کے تمام وعدوں کی ایضا کو پورے طور سے سمجھتا اور دیکھتا ہوں۔" جو پاس کھڑے تھے ان میں سے کسی نے کہا "بھلا مردوں سے باتیں کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے ؟" اس پر آنحضرت نے فرمایا " یقین جانو کہ وہ بالکل تمہاری طرح سب کچھ سنتے ہیں اگرچہ جواب نہیں دے سکتے۔ جو ابھی دفن کئے

گئے ہیں وہ ان ماتم کرنے والوں کے پاؤں کی آہٹ سنتے ہیں جو ان کو قبرستان میں چھوڑ کر آئے ہیں۔ 70 قیدی رسوں سے باندھ کر جھونپڑی میں بند کئے گئے تھے۔ اس رات آنحضرت کو نیند نہ آئی اور جب آپ سے اس کا سبب پوچھا گیا توآپ نے فرمایا "میں 1* اپنے چچا عباس کو زنجیروں میں کراہتے سنتا ہوں۔" پھر آپ نے حکم دیا کہ عباس کے بند کھولے جاویں اور جب اس حکم کی تعمیل ہو گئی توآپ سو گئے۔ ایک اور بیان یوں ہے کہ مسلمان وہاں سے لوٹ کر بدر سے چند میل کے فاصلے پر مقام اشیل میں شب باش ہوئے۔ دوسرے روز آنحضرت نے حکم صادر فرمایا کہ لوٹ کا تمام مال حاضر کیا جاوے جنہوں نے لوٹا تھا وہ اپنے لئے چاہتے تھے۔ جنہوں نے دشمنوں کا پیچھا کرکے اور اپنے تئیں خطرے میں ڈال کر ان کو شکست دی تھی وہ تمام غنیمت یا کم سے کم اس کا ایک بڑا حصہ مانگنے لگے جو ڈیرے اور نبی کی حفاظت کے لئے میدانِ جنگ میں رہے تھے وہ بھی حصہ طلب کرنے لگے۔ انصار شروع سے آخر تک آنحضرت کے خاصہ بردار محافظ جسم وجان رہے تھے اور وہ

1* روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 328۔

بھی چاہتے تھے کہ ان کے حقوق کی بھی کچھ رعایت کی جاوے۔ یہ جھگڑا اس قدر بڑھ گیا کہ آنحضرت کو اس کے انفصال کے لئے وحی کو بلانے کی ضرورت پڑ گئی اور آپ نے فرمایا کہ فتح خدا نے دی ہے اور مال غنیمت بھی اسی کا ہے۔ چنانچہ سورہ انفال (1رکوع 1آیت) میں یوں مرقوم ہے يَسْأَلُونَكَ عَنِ الأَنفَالِ قُلِ الأَنفَالُ لِلّهِ وَالرَّسُولِ فَاتَّقُواْ اللّهَ وَأَصْلِحُواْ ذَاتَ بِيْنِكُمْ وَأَطِيعُواْ اللّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ "یعنی تجھ سے پوچھتے ہیں غنیمت کا تو کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم میں چلو اللہ کے اور اس کے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو۔" پھر تھوڑی دیر بعد اس قسم کے تمام امور کے انفصال کے لئے ایک کلیہ قاعدہ جو آج کل بھی کام میں لایا جاتا ہے دے دیا گیا۔ سورہ انفال (5رکوع 42آیت) میں یوں مندرج ہے" أَنَّمَا غَنِمْتُم مِّن شَيْءٍ فَأَنَّ لِلّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَى وَالْيَتَامَى وَالْمَسَاكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ إِن كُنتُمْ آمَنتُمْ بِاللّهِ وَمَا أَنزَلْنَا عَلَى عَبْدِنَا يَوْمَ الْفُرْقَانِ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ "یعنی جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کے واسطے اور رسول کے اور قرابت والے

اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اس 1*چیز پر جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر جس 2* دن فیصلہ ہوا جس دن بھڑیں دو فوجیں"۔

ان ہی روایات کے موافق مال غنیمت تقسیم کیا گیا اور آنحضرت کو اپنے حصہ کے علاوہ ابوجہل کا اونٹ اور شمشیر ذوالفقار ملی۔ ذوالفقار آپ نے علی کو عنایت کی۔ اس کے بعد فوج بدر سے روانہ ہوئی اور دو میل جا کر وادی اشیل میں ٹھہر گئے۔ وہاں آنحضرت نے حکم صادر فرمایا کہ تمام قیدی3* میرے سامنے حاضر کئے جاویں۔ جب وہ آپ کے سامنے آئے تو آپ نے ناذر بن حارث پر بڑی خفگی سے نظر کی جس نے خائف ہو کر مصعب سے سفارش کرنے کی درخواست کی اور کہا" اگر اہل قریش تجھ کو قید کرلیتے تو تجھے ہر گز قتل نہ کرتے۔" مصعب نے کہا" اگر ایسا ہوتا تو بھی وہ میری مانند نہیں ہوں۔ اسلام نے تمام رشتوں کو قطع کردیا ہے۔" مقداد نے ناذر کو اسیر کیا تھا۔ اب

1* اسی سورہ کی پہلی آیت کی طرف اشارہ ہے۔2* یوم الفرقان یعنی روز جنگ بدر۔3* جو قیدی اس موقع پر قتل کئے گئے ان کے قتل کے جواز میں سورہ انفال 9رکوع کی 68ویں آیت نازل ہوئی۔"زمین پر کوئی نبی بہت خون بہائے بغیر دشمنوں کو اسیر نہیں کرسکا۔"

اس نے یہ خیال کرکے کہ کہیں فدیہ 1* سے محروم نہ رہوں یوں کہا کہ "قیدی میرا ہے" لیکن اس پر آنحضرت نے فرمایا کہ وہ فوراً قتل کیا جاوے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دو قیدی اور قتل کئے گئے ۔ان میں سے ایک تو نذیر شاعر تھا جس نے آنحضرت کی مذمت میں اشعار لکھے تھے اور دوسرا عقبہ تھا جس نے عوام کے سامنے علانیہ آپ کی عزتی کی تھی ۔ عقبہ نے کچھ بہتر سلوک کی درخواست کی لیکن اس کی درخواست منظور نہ ہوئی کیونکہ وہ خدا اور سول کا دشمن قرار پاچکا تھا۔ عقبہ نے کہا " میری معصوم بیٹی کی خبر گیری کون کریگا ؟" آنحضرت نے فرمایا" یہ بدبخت خدا اور سول اور کتاب کا منکر تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس نے اس ناہنجار کو ہلاک کرکے میری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا۔" ایک حدیث میں مرقوم ہے کہ آنحضرت تمام قیدیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے لیکن ابوبکر نے

1*روضتہ الصفا کے حصہ دوم جلد اول صفحہ 337 میں آنحضرت کو بعض کا فدیہ قبول ہونے پر روتا ہوا پیش کیا ہے ۔ اس پر وہی یہ پیغام لایا کہ " اگر نہ ہوتی ایک بات کو لکھ چکا اللہ آگے تو تم کو آپڑتا اس لئے میں بڑا عذاب۔" (سورہ انفال 8رکوع آیت 69) اس آیت کی تفسیر میں حسین اور بیضاوی لکھتے ہیں کہ آنحضرت نے فرمایا کہ اگر عذاب نازل ہوتا تو فقط عمر اور سعد بن معاذ سلامت بچتے کیونکہ ان دونوں کی رائے یہ تھی کہ تمام قیدی قتل کئے جاویں اور فدیہ قبول نہ کیا جاوے۔

رحم کی درخواست کر کے کہا ان تو بہ کے لئے مہلت اور موقع ملنا چاہے۔ عثمان بھی رحم کرنے کے خلاف تھا۔ احادیث کی صداقت پر بہت اعتماد نہیں ہو سکتا۔ بے شک احادیث میں بہت کچھ مبالغہ کے ساتھ درج کیا گیا ہے لیکن جو قیدی قتل کئے گئے ان کا قتل کیا جانا مسلمانوں کے خیال میں بالکل جائز تھا کیونکہ وحی آسمانی بھی یہ پیغام لایا تھا کہ " کیا چاہیئے نبی کو کہ اس کے یہاں قیدی آویں جب تک کہ نہ قتل کریں ملک میں " (سورہ انفال 9رکوع آیت 68)۔

جب مکہ میں شکست کی خبر پہنچی تو تمام اہلِ مکہ پر حیرت وہیبت چھا گئی لیکن ابو سفیان نے جس کا ایک بیٹا قتل کیا گیا تھا اور دوسرا قید میں تھا رسومِ ماتم کو منع کیا اور کہا کہ اگر ہم ماتم کرینگے تو دشمنوں کو خوشی ہو گی۔ ابو سفیان نے انتقام لینے کی قسم کھائی چنانچہ دوسری لڑائی جنگِ اُحد میں وہی سپہ سالار تھا۔ مکہ میں بعض اشخاص ایسے بھی تھے جو در پردہ اسلام کی طرف مائل تھے اور اہل مکہ کی شکست پر خوش تھے لیکن اپنی اس خوشی کے اظہار کی جرات نہیں کر سکتے تھے۔ چند ہفتوں بعد جن قیدیوں کا فدیہ دیا گیا وہ مکہ میں واپس آگئے۔ جو فدیہ دینے کے لئے کچھ نہ رکھتے تھے ان کے لئے یہ فیصلہ ہوا کہ اگر وہ چاہیں تو کچھ عرصہ اس شرط پر آزاد کر دئے جاویں کہ آئیندہ کو کبھی نبی کے

مقابلہ کو نہیں نکلینگے۔ اب آنحضرت کی اہل مکہ سے کامل جدائی ہوگئی اور صلح وصفائی کی تمام امیدیں منقطع ہوگئیں۔

پیغام فتح اشیل سے مدینہ بھیجا گیا۔ مدینہ میں نہایت خوشی کی گئی۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے لڑکے لڑکیاں بھی بلند آواز سے چلا چلا کر کہتے تھے " ابوجہل بد کا مارا گیا" دوسرے روز آنحضرت بھی آپہنچے اور بہت سامال غنیمت اور قیدی ساتھ لائے لیکن جب آپ کو معلوم ہوا کہ آپ کی غیر حاضری میں آپ کی بیٹی رقیہ اس سرائے فانی سے ملک جاودانی کی طرف کوچ کر گئی ہے تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ قیدیوں کے ساتھ آنحضرت کی ہدایت کے موافق عموماً نیک سلوک کیا جاتا تھا ۔ ان میں سے بعض نے آزاد ہونے سے انکار کردیا اور مدینہ ہی میں رہنے لگ گئے۔ اہل مکہ کو اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کی رہائی کے لئے خود مدینہ جانا ضروری امر تھا لیکن مدینہ کو جانے میں ان کو کچھ خوشی نہ تھی لہذا قیدی اس عرصہ دراز میں نیک سلوک کے سبب سے آنحضرت کی دوستی کا دم بھرنے لگ گئے تھے اور ان میں سے بہت سے مسلمان بھی ہوگئے تھے تو بھی بہت سے فدیہ دے کر آزاد کرائے گئے جس سے مسلمانوں کو بہت سا روپیہ مل گیا۔

آنحضرت کی زندگی میں جنگ بدر ایک بڑا عظیم واقعہ تھا۔ اس سے

نہایت عظیم تبدیلی ظہور میں آئی۔ اگر شکست ہوتی توآپ کی مراد کے لئے بالکل مہلک ٹھہرتی لیکن فتح سے آپ کی جمعیت بڑھ گئی ۔ ہمت بڑھ گئی اور ہر طرح سے تقویت ہو گئی۔ اب سے آگے کوآنحضرت کے مومنین آپ کے مخالفوں سے سخت جنگ وجدل میں مشغول ہوگئے۔ اب سے اسلام کی فتح و نصرت یا شکست و بربادی کا دارومدار تلوار پر ہو گیا۔

اس جنگ کی عظمت کا اظہار اس سے ہوتا ہے کہ مورخین نے اس کا بیان نہایت شرح وبسط سے لکھا ہے اور اس کے بارہ میں احادیث بھی نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ اس لڑائی کے بیان میں بڑی حیرت افزا بات یہ ہے کہ اس میں خواہ مخواہ الہیٰ مداخلت کو شامل کرلیا گیا ہے۔ اہل مکہ ایک ہزار کی تعداد میں روانہ ہوئے تھے لیکن یہ خیال کرکے کہ کارواں خطرے میں نہیں ہے بہت سے واپس چلے گئے تھے اور جو آگے بڑھے چلے گئے ان میں سے بھی بہت سے ایسے تھے جنہوں نے محض ابوجہل کے ابھارنے سے آگے قدم رکھا تھا۔ علاوہ بریں فن سپاہ گری میں مسلمان اپنے مخالفوں پر فوقیت رکھتے تھے اور پانی کے تمام حوض وغیرہ انہیں کے قبضے میں تھے۔ مسلمانوں ہی کی زیادتی تھی لڑنے کا مصمم ارادہ کرکے وہی آئے تھے۔

اگرچہ ان کو امید تھی کہ کارواں کے ساتھ فقط چند مسلح آدمی ہونگے شکست سے انکا کچھ باقی نہ رہتا تھا اور وہ خوب سمجھتے تھے کہ ہمارے دین ودنیا کی بازي اس جنگ پر لگی ہے۔ ایک طرف کی فوج ناموافق حالات سے محصور تھی اور اگرچہ اس میں بہت سے بہادر اور جری آدمی بھی موجود تھے تو بھی اس میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کی حاضری ان کی مرضی کے خلاف اور امر مجبوری تھی۔ بخلاف اس کے دوسری فوج کے سپاہی بالکل متفق اور یکجہت تھے۔ اپنے سپہ سالار پر دل وجان سے نثار ہونے کو تیار تھے اور نئے دین کی ترقی واشاعت کے لئے لڑنے مرنے پر ہمہ تن مستعد تھے۔ اگرچہ ان کا شمار کم تھا تو بھی اتفاق کی برکت ان میں موجود تھی اور جنگ بدر کی فتح کے لئے یہی اسباب کافی تھے۔

اب یہ سوال پیش آتا ہے کہ اس لڑائی کا ذمہ دار کون تھا یعنی آغاز کس کی طرف سے ہوا؟ اس امر کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ آنحضرت کے مکہ سے ہجرت کر جانیکے بعد قریش نے بحثیت مجموعی کسی طرح کی تعدی کی۔ غالباً وہ خوش تھے کہ وہ شخص جو ان کے خیال کے مطابق ان کے قدیم رسوم اور طرز عبادت کا دشمن اور حقیر جاننے والا تھا ان کے درمیان سے نکل گیا۔ پس اس حال میں آنحضرت

اپنے پیروان سمیت مدینہ میں قریش کی ایذا رسانی سے دور محفوظ تھے۔لیکن ہم کیا دیکھتے ہیں کہ مدینہ پہنچنے سے قریباً ایک سال بعد آنحضرت نے ابووہ ودان 1* کی طرف پہلی مرتبہ چڑھائی کی اگرچہ مکہ والوں کووہاں نہ پایا۔ پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی لشکر کشی کی اور تیسرے حملہ میں ایک نہایت متمول کارواں آپ کے ہاتھ آگیا۔ تاہم یہ تینوں حملے کامیابی ہی کے تھے۔ پھر چوتھے حملے میں ایک عربی سردار کا پیچھا کیا گیا۔وجہ یہ تھی کہ وہ قریش سے دوستی رکھتا تھا لیکن جن ناپسند باتوں کے الزام اس پر لگائے تھے ان کا کوئی ثبوت نہیں دیا گیا۔ پھر اور حملے بھی کئے گئے جن میں آنحضرت کے بعض مریدانِ راسخ الایمان سپہ سالار

1*کارواں مکہ آنحصرت سے بچ کر نکل گیا لیکن بت پرست عربوں سے آپ نے عہدوپیمان کیا (مدارج النبوت صفحہ 557)جس کی طرف سورہ ممتحنہ کی 8ویں آیت 2رکوع میں اشارہ پایا جاتا ہے چنانچہ مرقوم ہے " اللہ تم کو منع نہیں کرتا ان سے جو لڑنے نہیں تم سے دین پر اور نکالا نہیں تم کو تمہارے گھروں سے کہ ان سے کرو بھلائی اور انصاف کا سلوک" لیکن اہل مکہ اس طرح کے اچھے سلوک سے بالکل نہایت صفائی سے خارج ہیں۔ چنانچہ 9آیت میں لکھاہے " اللہ تو منع کرتا ہے تم کو ان سے جو لڑے تم سے دین پر اور نکالا تم کو تمہارے گھروں سے اور میل باندھا تمہارے نکالنے پر کہ ان سے دوستی کرو اور جو کوئی ان سے دوستی کرے سو وہ لوگ وہی ہیں گنہگار۔"

تھے - یہ محض ڈاکواور لٹیروں کے گروہ تھے جن میں صرف مہاجرین ہی تھے اور انصار [1]* میں سے ایک بھی نہ تھا- یہ اہلِ مکہ کے مالدار قافلوں کو لوٹنے کے لئے بھیجے جاتے تھے- لیکن ان میں بھی کچھ کامیابی نہ ہوئی کیونکہ اہل مکہ ہمیشہ ہوشیار رہتے تھے اور بڑی خبرداری سے لڑائی جھگڑے سے بچ کر نکل جاتے تھے-

انصار لوٹ مار کے ابتدائی دھادوں میں شریک نہیں ہوئے لیکن جنگِ بدر میں شریک ہوگئے اور جنگِ بدر ہر گز ہر گز آنحضرت کی حفاظت کے لئے نہ تھا- انصار کے جنگِ بدر میں شمول کی وجہ یہ تھی کہ اس موقعہ پر تمام مسلمانوں میں جنگی روح سرایت کر گئی تھی اور پرانا عہدوپیمان یا تو بھول گیا تھا یا اس کی اب کچھ پرواہی نہ کی جاتی تھی- مسلمان ان حملوں میں بار بار ناکامیاب رہے اور اس سے ان کی شہرت خاک میں مل رہی تھی لہذا ایک دھاوے کا اہتمام کیا گیا اگرچہ یہ حملہ اہلِ عرب کے اس مقدس مہینے میں ہوا جس میں کسی طرح سے کوئی لڑائی جھگڑا جائیز نہ تھا- یہ وہ مہینہ تھا جس میں قریش کے لوگ اپنے قدیم دستور کے مطابق بے خوف وخطر ہو کر اپنے کارواں کو بغیر جنگی مردوں کی حفاظت

1* یہ اس امر کا نہایت صریح ثبوت ہے کہ یہ حملے اپنی حفاظت کے لئے نہیں تھے کیونکہ انصار کا عہد آنحضرت کی حفاظت کا عہد تھا- دیکھو کشف القرآن انگریزی صفحہ 86-

کے بھی بھیج سکتے تھے۔ اسی لئے آنحضرت کو موقع مل گیا اور ایک کارواں کو نخلہ کے قریب بآسانی مغلوب کرکے لوٹ آیا۔ مقدس مہینے کی اس بے حرمتی سے اہلِ مدینہ بھی نہایت گھبرا گئے اور ان کے شکوک کو رفع کرنے کے لئے آنحضرت کو وحیِ آسمانی کی ضرورت پڑی چنانچہ سورہ بقرہ کی (رکوع 26 آیت 214) کے مطابق پیغام آیا کہ " تجھ سے پوچھتے ہیں حرام کے مہینے کو۔ اس میں لڑائی کرنی توکہہ لڑآئی اس میں بڑا گناہ ہے اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اسکو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور نکال دینا اس کے لوگوں کووہاں سے اس سے زیادہ گنا ہے اللہ کے نزدیک۔"

یہ امر کسی طرح سے پایہ نبوت کو نہیں پہنچ سکتا کہ ان لڑائیوں میں سے کسی ایک میں بھی آغاز اہل مکہ کی طرف سے تھا۔ زمانہ سلف کے مورخین ان لڑائیوں کا بالکل صاف صاف بہ دھڑک بیان کرتے ہیں۔ ان کو کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ مسلمانوں کی ان کاروائیوں پر کبھی کوئی اعتراض کرے گا یا کوئی اعتراض ہوسکتا ہے۔ حال کے ہندوستانی مصنفین بے شک عذر ڈھونڈتے اور پیش بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ سید امیر علی صاحب اپنی کتاب " سپرٹ آف اسلام " صفحہ 145 میں لکھتے ہیں کہ مکہ والوں نے چڑھائی کی تھی اور مسلمانوں

کو تباہ و برباد کرنے اور اپنے ایک کارواں کی جو سامان جنگ لارہا تھا حفاظت کرنے کے لئے عین نواح مدینہ میں آپہنچے تھے۔ تواریخی حقیقت یہ ہے کہ وہ کارواں مدینہ کی طرف نہیں آرہا تھا بلکہ جس قدر جلدی اور سرعت کے ساتھ ہوسکتا تھا مدینہ سے دور دور مکہ کی طرف بھاگ رہا تھا۔ علاوہ اس کے یہ کارواں معمولی اشیاء تجارت 1* لے جارہا تھا نہ اسلحہ جنگ پھر یہ بھی بالکل سچ ہے اہل مکہ کو جب تک یہ تحقیقی طور پر معلوم نہیں ہوا کہ محمد صاحب نے ان کے کارواں پر حملہ کرنے کا اہتمام کیا ہے تب تک مدد نہیں بھیجی۔ مکہ والوں کی لشکر کشی سے فقط یہ عرض تھی کہ مسلمانوں کو سمجھا دیں کہ وہ اپنے کارواں کی حفاظت کے لئے تیار ہیں اور مسلمانوں کو آئندہ ایسے لوٹ مار کے حملوں سے دست بردار ہونا چاہیئے۔

جب ان کو اپنے کارواں کی سلامتی کا یقین ہو گیا تھا

1* ایک ہزار اونٹ اور قیمتی اسباب تھا۔ متلع گراں بہا (ترجمہ مجموعہ صفحہ 15) یہ کارواں اموالِ قریش لارہا تھا جسے مدارج النبوت صفحہ 557میں اموال کثیر لکھا ہے ۔ سامانِ جنگ کا تو کہیں نام تک بھی نہیں ملتا۔ اگر زمانہ سلف کے مورخئین اور محدوثین وہاں ہوتے تو بالکل ہم آواز ہو کر جائز قرار دیتے کہ مسلمان اسے لوٹ لیویں۔

اس وقت لڑائی سے باز آنا اور اسی سلامتی پر قناعت کرنا ان کومناسب تھا یا نہیں؟ یہ ایسا سوال ہے جسے وہی لوگ اچھی طرح سے سمجھتے تھے لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ انہوں نے اپنے زیادہ شمار کے سبب سے خیال کیا کہ ہم مسلمانوں کو سزا دے سکتے ہیں اور آیندہ کے لئے اپنی تجارت کو ان کی لوٹ مار سے محفوظ کرسکتے ہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ان کا ایسا خیال کرنا غلط تھ؟ مولوی چراغ علی صاحب بھی اسی قسم کا استدلال کرتے اور کہتے ہیں کہ " قریش کے لئے مہاجرین کو حتی المقدور ستانا اور ایذا پہنچانا اور ان سے سخت دشمنی رکھنا ان کی طبعی تقاضا [1*] تھا "۔ یہ مولوی چراغ علی صاحب کا کہنا ہی کہنا ہے جس کا کوئی ثبوت بہم نہیں پہنچایا گیا۔ اس امر کے ثبوت میں کہ اہل مکہ ہی نے پیش قدمی کی اور جنگ کی ابتدا انہیں کی طرف سے تھی سورہ انفال (رکوع 10) کی 72ویں آیت پیش کی گئی ہے چنانچہ اس میں مرقوم ہے " وَإِن يُرِيدُواْ خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُواْ اللّهَ من یعنی " اور اگر چاہینگے تجھ سے دغا کرنا۔ سو دغا کر چلے ہیں پہلے اللہ سے ۔لیکن یہ آیت جنگ کے بعد کی نازل شدہ ہے اور اس لئے اس کے وسیلے سے جواز کی سند نہیں ٹھہر سکتی۔

1* دیکھو اس کی کتاب مسمیٰ بہ کریٹی کل اکسپوزیشن آف جہاد صفحہ 6۔

یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ آنحضرت نے مکہ والوں کی برافروختگی کو کم کرنے کی کوشش کی اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جنگ کی آپ کی طرف سے پیش قدمی نہیں ہوئی۔ چنانچہ سورہ انفال (رکوع 2) کی 19 آیت مندرج ہے " إِن تَسْتَفْتِحُواْ فَقَدْ جَاءكُمُ الْفَتْحُ وَإِن تَنتَهُواْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ "یعنی "اگر تم چاہو فیصلہ۔ سو پہنچا تم فیصلہ اور اگر باز آؤ تو تمہارا بھلا ہے۔" لیکن چونکہ یہ آیت بھی جنگ کے بعد کی نازل شدہ ہے اسلئے اس سے فقط یہ ثابت ہوسکتا ہے کہ آنحضرت اب لڑائی میں کچھ وقفہ چاہتے تھے۔ اس سے یہ سوال تو مطلق حل نہیں ہوتا کہ جنگ وجدل میں پیش قدمی کس طرف سے ہوئی؟ مولوی چراغ صاحب فرماتے ہیں" فرض کیا کہ مسلمانوں نے اپنی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ محض لوٹ مار اور غارتگری کی فرض سے مکہ والوں کے قافلوں پر حملے کئے تھے۔ جبکہ مسلمانوں کو مکہ والوں کی بد سلوکی کے سبب سے مکہ چھوڑنا پڑا تھا اور ایام ہجرت سے لے کر اب تک مسلمانانِ مدینہ اور قریش مکہ کے درمیان ایک طرح سے سلسلہِ جنگ جاری تھا تو ایسی حالت میں مسلمانوں کے لئے ہر طرح سے جائز تھا کہ جس طرح اور جہاں کہیں ان سے ہوسکے

اپنے دشمنوں کے مال ومتاع کو لوٹ لیں1*۔ یہ رائے تو رایخی واقعات سے مطابقت رکھتی ہے اگرچہ جس نتیجہ پر مولوی صاحب پہنچنا چاہتے ہیں وہ نتیجہ اخذ نہیں ہوسکتا۔

بہر حال یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جنگ میں پیش قدمی مسلمانانِ مدینہ ہی کی طرف سے تھی۔ اس زمانہ کے مسلمان مصنفین جو بڑی کوشش سے اس زمانے کے انگریزی خوانوں سے اس حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے جواز کے عذر پیش کرتے ہیں اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے مورخین کے بیانات بآسانی قبول نہیں کرسکتے۔ جس روح اور اخلاق سے حال کے مصنفین لکھتے ہیں وہ مغربی تعلیم کا نتیجہ ہے اور قابل قدر ہے لیکن اسلامی مورخین کی مرقومہ حقیقتوں کی موجودگی میں ہم ان بیانات کو ہر گز ہر گز درست تسلیم نہیں کرسکتے۔

1* یہ امر واقعی ہے کہ مسلمان نہایت تہیدست اور بدحال تھے۔ روضتہ الصفا کا مصنف مدت سے مالی ضرورت اور محتاجی کا اظہار کرچکا ہے۔ چنانچہ واقعاتِ بدر کے بارے میں۔ " لکھتا ہے کہ محمد صاحب کو یقین تھا کہ کفار کی گرمی دور نہیں ہو گی جب تک کہ چمکتی ہوئی تلواروں کی بارش نہ ہو اور یہ مطلب دنیا میں بآسانی حاصل نہیں ہوسکتا تھا۔ کیونکہ ہر معاملہ اسباب سے وابستہ ہے اور دشمنوں کا مال ومتاع لوح محفوظ پر اسلامی مبارزین کا مشاہرہ مقرر ہوچکا تھا (روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 281)۔

جنگِ بدر میں اہل مکہ کی شکست کی خبر سے تمام مکہ پر غم واندوہ کی گھنگھروں گھٹا چھا گئی ابتدامیں تو اہلِ مکہ نے اپنے غم کو ضبط کیا تا کہ ان کی مصیبت و بدحالی پر ان کے دشمن شاد یا نہ بجاویں لیکن چند ہفتوں کے بعد بہت سے گھروں سے آہ ونالہ اور ماتم کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔ قیدیوں کی رہائی کے لئے روپیہ بھیجنے میں انہوں نے بالکل جلدی نہ کی۔ وہ ہر امر میں تامل واحتیاط سے کام لینے لگے۔ چونکہ اہلِ مکہ تجارت پیشہ تھے اس لئے انکو انتقام لینے پر آمادہ کرنا کچھ آسان بات نہ تھی لیکن پھر بھی آخر کار ابوسفیان کی تحریک وتحریض نے اپنا کام کیا اور اگرچہ کچھ عرصے تک کوئی عملی کاروائی وقوع میں نہ آئی تو بھی انتقام کشی کا پورا فیصلہ ہو گیا۔

ادھر مدینہ میں فتح بدر کے باعث آنحضرت کی قوت و جمعیت بہت بڑھ گئی اور آپ نے یہودی فرقوں کو دبانا شروع کردیا

اور ان پر اس قدر سختی کی جس کا کوئی موقع اور معقول سبب نہ تھا لیکن ہمارا ارادہ نہیں کہ ہم اس مضمون پر کچھ بھی کہیں۔ اس کے بعد آنحضرت کو بعض عربی فرقوں پر جو قریش کے ہواخواندہ تھے غالباً اپنی حفاظت کے لئے تین مرتبہ کوچ کرنا پڑا۔ کیونکہ اگرچہ اہل مکہ بحثیت مجموعی حملہ آور ہونے میں دیر کررہے تھے تو بھی ابو سفیان نے تھوڑی سی جمعیت کے ساتھ مدینہ کے گردو نواح میں حملہ آور ہو کر کچھ لوٹ مار کی اور اگرچہ یہ حملہ کچھ عظمت و حقیقت نہیں رکھتا تو بھی ممکن ہے کہ اس کے وسیلے سے بعض اقوام یا فرقوں کی آنحضرت سے کھٹ پھٹی ہوئی ہو۔ مسلمانوں نے عربی اقوام پر جو حملے کئے ان میں کچھ کامیابی نہ ہوئی اور کچھ غنیمت ہاتھ نہ آئی لہذا کارواں گیری اور راہزنی کا پرانا طریقہ پھر اختیار کیا۔

واقدی مورخ اس امر کا مفصل بیان لکھتا ہے ۔وہ بتاتا ہے کہ تاجران مکہ نے اپنے تئیں بڑی مشکل میں پایا کیونکہ اب ان کے تجارتی قافلوں کے لئے سیریا کی طرف کوئی سلامتی کی راہ نظر نہیں آتی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ محمد اور اس کے پیرواں کے ہاتھ سے ہماری تجارت تباہ ہوجائیگی کیونکہ اب معمولی راہ ہمارے لئے بند ہو گئی ہے ۔ اگر ہم کوئی کارواں نہ بھیجیں اور گھر بیٹھ کر

اپنی پونجی کو کھانے لگیں تو بہت جلد ی برباد ہوجائینگے ۔ اسود بن مطلب نے انہیں صلاح دی کہ مشرقی راہ اختیار کریں اور عراق سے ہو کر سیر یا جاویں۔ کچھ بحث اور تحقیق کے بعد ایک راہنما میسر ہو اور ایک نہایت بڑا اور مالدار کارواں عراق کی راہ سے روانہ ہوا۔ راہ کی اس تبدیلی کی خبر مدینہ میں آنحضرت کے گوشگذار کی گئی اور آپ نے فوراً زید بن حارث کو 100 سواروں کے ساتھ اس کارواں کو لوٹنے کو دوڑایا۔ چنانچہ زید نے کارواں کو جالیا اور ایک لاکھ درہم کی مالیت کا اسباب اور دو قیدی لے کر بخیریت تمام واپس مدینہ میں آپہنچا جہاں سب کچھ حلالاً طیباً جانکر مسلمانوں نے آنحضرت کے ساتھ بانٹ لیا ۔1* قیدیوں سے کہا گیا کہ اسلام قبول کرو جوانہوں نے بمصداق "مصل سچ ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا" قبول کرلیا اور مورخ کے بیان کے مطابق اس طرح سے پنجہ موت سے رہائی پائی۔ اس ڈاکہ اور راہزنی کے لئے یہ عذر پیش کیا جاتاہے کہ مسلمانوں کو یہ یقین تھا کہ مکہ والے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑینگے لیکن اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یا تو مسلمان صلح کے خواہشمند ہی نہ تھے یا لوٹ مار کی عربی ہوا وہوس انکی عقل واحتیاط پر غالب آگئی۔ اب تو یہ باتیں بالکل صاف ظاہر تھی کہ اہلِ مکہ ہر گز ہر گز خاموش نہیں بیٹھنگے ۔

1*مدارج النبوت صفحہ 585 ۔ روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 366۔

بحیثیت تجارتی جماعت ان کی ہستی نہایت خطرے میں تھی۔ بدر کی راہ محفوظ نہ تھی اور اب مشرقی راہ میں بھی وہ مسلمانوں کی راہزنی سے بچ [1]* نہیں سکتے تھے۔ جنگ اُحد کا بڑا باعث یہ ہوا کہ مکہ والوں کا کارواں ایسی حالت میں مسلمانوں نے لوٹ لیا جبکہ انہوں نے مسلمانوں کو کسی طرح سے برافروختہ نہیں کیا تھا۔ اب یہ کہنا کہ "مکہ والے ہی قصووار تھے۔" بالکل نامناسب اور تواریخی واقعات کے سراسر خلاف ہے۔

اب ایک سال سے زیادہ عرصہ گذر چکا تھا کہ ابوسفیان نے وہ کارواں بچالیا تھا جسے لوٹنے کے لئے آنحضرت نے کوشش کی تھی اور اس کا نتیجہ بدر کی لڑائی تھی۔ مکہ والوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس مال کے نفع کو اپنی تجارت کی آیندہ حفاظت پر صرف کرینگے چنانچہ تمام نفع الگ جمع کردیا گیا تھا لیکن اب اس سے کوئی عملی کارروائی نہیں ہوئی تھی۔ تاہم ابوسفیان اور عکرمہ جیسے سرگرم آدمیوں کی کوشش و تحریک سے جن کے رشتے دار جنگ بدر میں مارے گئے تھے اور جو اس دوسرے

---

[1]* سید امیر علی صاحب جنگِ احد کے لئے مکہ والوں کو قصوروار ٹھہراتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ مکہ والوں نے بدلہ لینے کے لئے فوج بھیجی تھی لیکن بڑے تعجب کی بات ہے کہ سید صاحب جنگ احد سے پیشتر مکہ والوں کے کارواں کے لٹنے کاذکر تک نہیں کرتے حالانکہ جنگ کا سبب یہی تھا اور اسی سبب سے اہل مکہ کی لشکر کشی جائزومناسب ٹھہرتی ہے (سپرٹ آف اسلام صفحہ 153 اور 154)۔

کارواں کے لٹ جانے اور آیندہ خطروں کی طرف اشارہ کرسکتے تھے ضروری روپیہ اور سامان بہم پہنچایا گیا- چنانچہ سورہ انفال رکوع 4 کی 36 ویں آیت میں اسی قسم کی کارروائی کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے-اس میں لکھا ہے" إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُواْ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّواْ عَن سَبِيلِ اللّهِ فَسَيُنفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُواْ إِلَى جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ "یعنی تحقیق جو لوگ کافر ہوئے خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے - سو ابھی اور خرچ کرینگے پھر آخر ہو گا ان پر پچھتاوا اور آخر مغلوب ہونگے اور جو کافر ہیں دوزخ کو ہانکے جاوینگے -"

زید کی اس راہزنی اور غارتگری نے اہل مکہ کو خوب یقین دلادیا اور ان کے ذہن نشین کردیا کہ اگروہ سست بیٹھے ہیں تو مسلمان سست نہیں ہیں-

عمرو ابن العاص جیسے چند فصیح آدمی آس پاس کے بدوی اقوام سے مدد مطلب کرنے کے لئے بھیجے گئے- اس طرح اہل مکہ کی فوج کا شمار 3000 تک ہزار تک پہنچ گیا جس سے 700 زرہ پوش اور اسلحہ جنگ سے خوب آراستہ تھے- علاوہ بریں ان کے پاس 200 سوار 3000ہزار اونٹ اور پالکیاں مستورات کے لئے تھیں - سفوان بن امیہ نے کہا" ضرور ہے کہ ہم اپنی مستورات

کو بھی ساتھ لے چلیں تاکہ وہ مقتولین بدر پر ماتم کریں کیونکہ ہمارے زخم ابھی تازہ ہیں۔ اس سے ضرور ہماری قوت جنگ 1* بہت بڑھیگی۔ ابو سفیان سپہ سالار مقرر ہوا اور دس روز کے کوچ کے بعد 625ء کے موسم بہار کے شروع میں نواح مدینہ میں پہنچ ذی الحلیفہ کے سرسبز میدان میں اُحد کے قریب اترے گھوڑوں اور اونٹوں کے لئے چارا بہت تھا لیکن کسانِ اپنے چوپائے۔ کاشتکاری کے سامان اور مزدوروں کو بچا کر وقت پر مدینہ لے پہنچے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار اور سر گروہ فوج کے ساتھ تھے۔ بہت سی عورتیں بھی لشکر گاہ میں تھیں جو گانے بجانے سے مردانِ کارزار میں آتش جنگ کو شعلہ زن کرتی تھیں اور بدر کے مقتول عزیزوں اور رشتہ داروں کے انتقام کے لئے جوش دلاتی تھیں۔

احادیث میں مرقوم ہے کہ جب اہل مکہ آنحضرت کی والدہ ماجدہ کی قبر پر پہنچے تو بعض نے یہ رائے پیش کی کہ قبر کھود کر ان کی ہڈیاں نکالیں لیں اور اگر ہماری مستورات میں سے کوئی قید ہوجاویں تو یہی ہڈیاں معاوضہ میں پیش کرکے ان کو چھڑالیں لیکن ابو سفیان نے

1* روضتہ الصفا حصہ دوم جلد اول صفحہ 367۔ 2* ٹھیک تاریخ ماہ شوال کا پانچویں تھی۔

اس وحشیانہ خیال کو کو بیہودہ قرار دیکر اس سے 1* منع کر دیا۔

شہر مدینہ کی شمالی جانب تو چند چٹانی پشتوں کے باعث محفوظ تھی۔ جنوب کی طرف راستہ کھلا اور آسان تھا لیکن اس طرف کے محکم مکانات خود حفاظتی کے لئے خوب استعمال ہوسکتے تھے اسلئے مکہ والے اپنے لشکرہی میں پڑے تین روز تک انتظار کرتے رہے۔ ان کو امید تھی کہ مسلمان خود باہر آکر لڑائی شروع کرینگے۔

اسی اثناء میں آنحضرت کے شفیق چچا عباس نے مکہ سے خط بھیجا اور اس میں اہل مکہ کی تیاریوں کا مفصل بیان مندرج تھا۔ لہذا شوال کی پانچویں تاریخ کی رات کو آنحضرت نے حباب بن منذر کو جو بڑا ہوشیار آدمی تھا قریش کی جاسوسی کرنے ان کو لشکر میں بھیجا تا کہ معلوم کریں کہ عباس کا بیان کہاں تک صحیح ہے۔ اس نے واپس آکر بیان کیا جو کچھ عباس نے لکھا ہے وہ سب کا سب سچ ہے اس پر آنحضرت نے کہا" خدا ہماری حفاظت کرتا ہے اور وہی ہمارا وکیل ہے۔ اے اللہ میں تیری ہی طرف رجوع لاتاہوں اور میرا توکل تجھی پر ہے۔"

پنجشنبہ کی رات کو جبکہ بڑی ہل چل مچ رہی تھی آنحضرت کے

صحابہ میں سے بنی اوس اور بنی خزرج کے چند سر کردہ آدمی آپ کے گھر کی محافظت کرتے رہے۔آنحضرت کی رات بڑی بے چینی میں کٹی اور آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ خود اسلحہ جنگ سے آراستہ ہیں اور آپ کی تلوار کی نوک ٹوٹ گئی ہے۔ پھر آپ نے یہ بھی دیکھا کہ ایک گائے قربانی گذارننے کے لئے ذبح کی گئی ہے اور آپ خود ایک بینڈھے پر سوار ہیں۔ اس خواب کی تعبیر میں آپ نے فرمایا "مدینہ محفوظ مقام ہے۔سب مسلمانوں کو یہیں رہنا مناسب ہے۔ مجھ پر کوئی تکلیف آنے والی ہے۔ ہماری جماعت سے بھی بہت سے جنگ میں مارے جاوینگے اور ہمارے دشمنوں کا سپہ سالار قتل کیا جاویگا۔" بعض انصار نے صلاح دی کہ فوراً دشمنوں کے مقابلے کے لئے مدینہ سے باہر نکلیں لیکن بعض عمر رسیدہ اور تجربہ کاروں نے جو عبداللہ بن ابے وغیرہ تھے یہ رائے دی کہ صرف اپنی حفاظت کرتے رہیں اور مدینہ سے باہر نہ نکلیں۔انہوں نے کہا " یارسول اللہ آپ مدینہ سے باہر نہ جاویں بخدا جب کبھی ہم دشمن کے مقابلہ کو مدینہ سے باہر نکلے ہم نے شکست کھائی اور جس دشمن نے مدینہ میں داخل ہو کر ہم پر حملہ کیا ہم نے اس کو شسکت دی۔ اس رائے کو آنحضرت نے منظور 1* کیا۔

1* بعض مصنفین کی رائے سے کہ آنحضرت نے مدینہ میں ٹھہرا رہنا اور دشمنوں کے حملے کا انتظار کرنا منظور نہیں کیا۔قرآن سے بھی رائے کی کچھ تائید ہوتی ہے کیونکہ جنھوں نے مدینہ سے باہر نکل کر دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے خلاف رائے دی تھی ان کو خوب جھڑکی ملی۔

یہ رائے بہت اچھی اور دانائی سے پر تھی کیونکہ مکہ والے مدینہ پر دھاوا کرکے فتح حاصل کرنے کی کوشش بھی کرتے تو تنگ گلی کوچوں میں لڑائی ہوتی جس میں یقیناً وہ خودہی شکست کھاتے۔

پھر حمزہ بن عبد المطلب اور سعد بن عبادہ وغیرہ نے کہا" اگر 1*ہم مدینہ کی چار دیواری کے اندر بیٹھ کر دشمنوں کے حملے کا انتظار کرتے رہیں تووہ ضرور سمجھینگے کہ ہم ان سے ڈرتے ہیں۔ یہ ہمارے لئے بڑی شرم کی بات ہوگی اور دیگر عربی اقوام بھی ہم پر حملہ کرنے کے لئے دلیر ہوجاوینگی" یہ لوگ ایسے دن کے دل وجان سے مشتاق تھے۔ حمزہ نے یہ قسم کھائی کہ جب تک دشمنوں سے دو دو ہاتھ نہ کرلوں مجھ پر کھانا پینا حرام ہے۔ان باتوں سے متاثر ہو کر آنحضرت نے حمزہ کی رائے کو منظور کرلیا اور منبر پر چڑھ کر بآوازِ بلند فرمایا" اگر تم ثابت قدم رہو تو خدا تم کو فتح عنایت کریگا۔" پھر ہمت افزائی کی اور بہت سے باتیں کرکے آنحضرت نے حکم دیا کہ فوج لڑائی کے لئے تیار ہوجاوے۔ اب مردانِ کارراز کے دل خوشی سے بھر گئے لیکن بعض ابھی تک شش وپنج میں تھے۔

جب وہ نماز ودعا ہوچکی تو آنحضرت اپنے کمرہ میں داخل ہوئے اور اسلحہ جنگ سے خوب

1*۔مدارج النبوت صفحہ 589۔

مسلح ہو کر تلوار اور نیزہ لے کر نکلے۔ جب مسلمانوں نے آپ کو اس حالت میں دیکھا اور آپ کی وضع پر نظر کی تو حیران ہو گئے اور کہا "یا رسول اللہ جو کچھ آپ کی مرضی مبارک ہو ہم بجا لاوینگے 1*۔ یہ سن کر آنحضرت نے فرمایا " اللہ تعالیٰ کے نام سے لڑائی کے لئے نکلو کیونکہ اگر تم ثابت قدم رہو تو فتح یقیناً تمہاری ہے۔" مشہور بہادروں کو جھنڈے دئے گئے۔ چنانچہ مہاجرین کا جھنڈا علی کو ملا نبی اوس کا سعد بن عبادہ کو اور بنی خزرج کا حباب کو۔ عبداللہ ابن ام مکتوم حفاظت شہر کے لئے مدینہ میں تعینات کیا گیا۔ اگرچہ مدینہ سے اُحد تک بہت تھوڑا فاصلہ تھا تو بھی راستہ کی ناہمواری اور خرابی کے سبب سے ایک راہنما کی ضرورت پڑی اور ابو حشمہ حارثہ نے آنحضرت کو آپ کی فوج سمیت منزلِ مقصود تک پہنچا دیا۔ اسلامی فوج کا شمار ایک ہزار تھا اور اس میں ایک سو مرد زرہ پوش تھے۔ لیکن سوار نکار سالہ مطلق نہ تھا کیونکہ تمام فوج میں صرف ایک ہی گھوڑا موجود تھا۔

جب میدانِ جنگ میں پہنچے تو عبداللہ ابن ابے منافقین کا سر گروہ جس نے مدینہ سے باہر نکلنے کے خلاف رائے دی تھی اور اپنی رائے کی تردید سے بہت ناخوش تھا تین سو آدمی سمیت مدینہ کو

1* مدارج النبوت صفحہ 590۔

واپس لوٹ آیا۔ کہتے ہیں کہ فوج جناح کے اور دوستوں کے بھی پاؤں اکھڑ گئے اور وہ چاہتے ہی تھے کہ عبداللہ سے جا ملیں کہ اتنے میں آنحضرت نے وحیِ آسمانی کا پیغام بآواز بلند کہہ سنایا۔ چنانچہ سورہ عمران (رکوع 12 آیت 118 سے 121) میں مرقوم ہے "جب قصد کیا دو فرقوں نے تم میں سے کہ نامروی کریں اور اللہ مدد گار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہیئے بھروسہ سا کریں مسلمان اور تمہاری مدد کرچکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم بے مقدور تھے۔ سو ڈرتے رہو اللہ سے ۔ شاید تم احسان مانو۔ جب تو کہنے لگا مسلمانوں کو کیا تم کو کفایت نہیں کہ تمہاری مدد پہنچائے رب تمہارا ؟ تین ہزار فرشتے اترے ۔ البتہ اگر تم ٹھہرے رہو اور پرہیز گاری کرو اور وہ آویں اسی دم تو مدد بھیجگا تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے پلے ہوئے گھوڑوں پر"۔

اس تحریک وتحریض کی خوب تاثیر ہوئی اور بنی سلیمہ و بنی حارثہ نے ہمت حاصل کی اور از سر نو پایں برجا ہو کر آمادہ پیکار ہوئے۔

عبداللہ ابن ابے کی بے وفائی شیطانی تاثیر کا نتیجہ بیان کی گئی ہے چنانچہ سورہ عمران میں مندرج ہے " إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ "یعنی جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن بھڑیں دو فوجیں۔ سو ان کو ڈگا دیا۔

شیطان [1]* نے۔

تین سو جنگی مردوں کا میدانِ جنگ سے پیٹھ پھیرنا کوئی ہلکی سی بات نہ تھی لیکن باقی 700 سو سب کے سب شجاع ودالیر اور فی الحقیقت وفادار اور خدا اور رسول کے لئے مرنے کو تیار تھے۔ وہ دشمنوں کے زیادہ شمار سے کسی طرح سے ہراسان وخائف نہ تھے۔

آنحضرت نہایت ہوشیاری اور دانائی سے مدینہ کی طرف منہ کرکے ایک عین مناسب مقام پر کھڑے ہوئے۔ اُحد کا سلسلہ کوہ قریباً تین چار میل تک وادی میں چلا گیا ہے اور باقی پہاڑیوں سے بالکل الگ اور منقطع ہے اور مدینہ سے صرف چند میل ہی کے فاصلے پر واقع ہے۔ آنحضرت کے سامنے کی فوج پہاڑی دیوار کی آڑمیں بالکل محفوظ تھی۔ صرف ایک ہی تنگ راستے سے دشمن حملہ کرسکتے تھے اور مورخین نے اس تنگ درہ کو بڑا خطرناک لکھا ہے۔ آنحضرت نے اس درہ کو بڑا خطرناک لکھا ہے۔ آنحضرت نے اس درہ کی محافظت کے لئے عبد اللہ ابن جبیر کو 50 چیدہ تیر اندازوں کے ساتھ کھڑا کیا اور سخت حکم دیا کہ جب تک آنحضرت خود نہ فرماویں وہاں سے ہر گز نہ ملے ۔ نہ اپنی فتح نہ دشمنوں کی شکست

---

[1]* بیضاوی کہتا ہے کہ ان کے گرنے کا سبب تو ان کے اگلے گناہ تھے جس سسبب سے یہ گناہ کرنا آسان ہوگیا یا اس سبب سے کہ پیشتر اس سے کہ وہ اپنے گناہ سے توبہ کرتے وقت موت سے ڈرتے تھے۔

اور لوٹ کا موقع غرض کوئی بات سوائے آپ کے فرمان کے وہاں سے نہ ہلاسکے ۔ جبیر اور اور اس کے ساتھیوں کا کام محض اس درہ کی حفاظت کرنا تھا۔ پھر آنحضرت نے عکاسہ بن محسن اور ابو سلمہ کو دائیں اور بائیں جانب کی فوج کے سپہ سالار مقرر کرکے سخت تاکید کہ ہمارے حکم کے بغیر ہر گز ہر گز آگے نہ بڑھنا ۔ اسلامی فوج کا شمار دشمنوں کے مقابلے میں بہت تھوڑا تھا اور ایسی حالت میں جنگ میں پیش قدمی کرنا بالکل نامناسب تھا۔ اس لئے مکہ والوں کے حملے کا انتظار کرنے لگے۔

اتنے میں ابو سفیان نے اپنی فوج کی صف آرائی کی ۔ اس نے میمنہ فوج کی سپہ سالاری خالد کو اور میسر کی عکرمہ بن ابو جہل کو دی اور قلبی سپہ کو اپنے زیر فرمان رکھا اور علم لشکر طلحہ بن ابی طلحہ کے سپرد کیا۔ عورتیں سازوں کے ساتھ گاتی ہوئی آگے آئیں اور جنگی 1* غزلیں گا کہ پھر عقب میں چلی گئیں ۔ پھر لڑائی کا آغاز یوں ہوا کہ ابو امیر نے پچاس تیر اندازوں کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کیا لیکن زک کھائی ۔ پھر طلحہ جو کہ علم بردار تھا میدانِ کارزار میں نکلا اور نہایت شوخی وبیبا کی سے

---

1 *میور صاحب "لائف آف محمد" تیسری جلد کے 168 ویں صفحہ پر ذیل کے شعر نمونہ کے طور پر لکھتے ہیں۔ " بیٹیاں ان کی ہیں ہم جو مرد تھے مردان کار ۔ اور ہیں گلشن کی ان کی بیجزان تازہ بہار۔ گر لڑو ہمت سے ہونگی تم سے ہم آغوش اور گر میداں سے بھاگو تم سے ہیں روپوش ہم۔

ہم نبرد طلب کرنے لگا۔ علی اس کی طرف ایسے گیا جیسے موسم بہار میں پانی کا رو پہاڑ کی چوٹی سے نشیب کی طرف جاتا ہے اور جاتے ہی اس کا کام تمام کردیا۔ یہ دیکھ کر آنحضرت بہت خوش ہوئے اور " اللہ اکبر " کا نعرہ مارا اور آپ کی تقلید میں تمام اسلامی لشکر نے " اللہ اکبر " کا نعرہ بلند کیا۔ طلحہ کا بھائی نہایت سرعت سے آگے آیا اور جھنڈا اٹھا کر کھڑا ہوا لیکن حمزہ نے اس پر حملہ کرکے اسے مار ڈالا۔ پھر طلحہ کے خاندان کے اور آدمی نکلے لیکن سب کے سب (دو بھائی اور تین بیٹے) اس طرح سے شخصی لڑائی میں قتل کئے گئے ۔ عورتیں عقب سے ڈھول بجاتی اور مکہ والوں کو لڑائی کے لئے جوش دلاتی تھیں۔

اب تک تو مسلمانوں کا پلہ بھاری تھا۔ قریش کے بہادر یکے بعد دیگر مرتے گئے اور ان پر ایک طرح کے رعب اور ہیبت کی گھٹا چھا گئی اور اب مسلمانوں نے متفق ہو کر تندی سے حملہ کیا وہ اس کی تاب نہ لاسکے۔ ان کی صفوف درہم برہم ہو گئیں اور آخر کار میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔ سواران مکہ کے رسالے نے اسلامی فوج کو پسپا کرنے کی بہت کوشش کی پر تیراندازوں کے سامنے وہ کچھ نہ کرسکے ۔ اگر اسلامی فوج آنحضرت کے حکم کی پوری تعمیل کرتی تو بس میدان ہاتھ میں آہی گیا تھا لیکن جونہی اہل مکہ کا ڈیرا غیر محفوظ ہوا مسلمانوں

میں لوٹ کی خواہش کا ایسا سخت طوفان آیا کہ اس کے سامنے سپہ سالاروں کے احکام کے جہاز ذرا بھی نہ ٹھہر سکے۔ جب تیر اندازوں نے لوٹ کا بازار گرم دیکھا تو اگرچہ سپہ سالار نے ان کو بہت روکا تو بھی انہوں نے آنحضرت کی نافرمانبرداری کی اور درہ کی حفاظت چھوڑ کر لوٹ میں شریک ہوگئے۔ مکی رسالے کا سپہ سالار خالد فوراً اپنے تمام سواروں سمیت درہ سے گذر کر پراگندہ اسلامی فوج کے عقب میں آکھڑا ہوا۔ باقی مکی فوج نے بھی یہ دیکھ کر صف بندی کرلی اور مسلمانوں کو رگید ناشروع کردیا۔ مسلمان اب ہر طرف 1* بھاگنے لگے اور سخت گشت وخوں ہونے لگا۔ مکہ والوں کے 22 اور مسلمانوں کے 70 آدمی مارے گئے۔ ان 70 میں سے 40 مہاجرین اور 30 انصار تھے۔ آنحضرت خود اس وقت بڑے خطرے میں تھے۔ جب آپ نے مسلمانوں کو بھاگتے ہوئے دیکھا تو چلا کرکہا " میں اللہ کا رسول ہوں! واپس آؤ۔ اس سے صرف 14 آدمی آنحضرت کی حفاظت کے لئے آپ کے گرد جمع ہوگئے۔

1* بیضاوی لکھتاہے کہ مسلمانوں کا یہ جلدی سے بھاگ جانا بعد میں معاف کردیا گیا تھا۔ چنانچہ سورہ عمران میں مرقوم ہے " جولوگ تم میں ہٹ گئے جس دن بھڑیں دو نوں فوجیں سوان کو ڈگادیا شیطان نے " اب ممکن ہے کہ اس آیت میں عبداللہ ابن ابے ہی کی بے وفائی کی طرف اشارہ ہو۔

لیکن مکہ والوں نے ان پر فوراً حملہ کیا۔ کسی نے ایک پتھر اٹھا کر مارا جس سے آنحضرت کا ایک دانت ٹوٹ گیا اور خود کے حلقے آپ رخساروں میں گھس گئے ۔آنحضرت نے چہرے پر سے خون پونچھ کر کہا " جو لوگ اپنے نبی کے ساتھ جو ان کو خدا کی طرف بلاتا ہے ایسا سلوک کریں وہ کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں ؟ اے خدا میری قوم کو معاف کر " پھر کہتے ہیں کہ جبرائیل ذیل کا پیغام لایا جو کہ سورہ عمران رکوع 13 میں یوں درج ہے " تیرا اختیار کچھ نہیں کہ ان کو توبہ دیوے یا ان پر عذاب کرے ۔" آنحضرت زمین پر گر پڑے اور یہ شور مچ گیا کہ آپ 1* مر گئے ۔آنحضرت کے بعض مایوس و پست ہمت شدہ پیرو کہنے لگے " اب اس کے خداوند کا وعدہ کہاں ہے ؟" ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس افواہ سے مکہ والوں کے حملے کا زور کم ہو گیا کیونکہ آنحضرت کی موت کے بعد آپ کے پیروان کے قتل کرنے

1* کہتے ہیں یہ شور شیطان نے جعل بن سراقہ کی صورت میں ظاہر ہو کر مچایا تھا اور اس قدر بلند آواز سے تھا کہ فاطمہ نے مدینہ میں سن لیا اور گھر سے نکل کر رونے لگی۔ بعد میں وہ میدانِ جنگ میں گئی اور آپ کے زخموں کی مرحم پٹی کی احادیث میں لکھا ہے کہ ایک قطرہ خون بھی زمین پر گرنے نہ پایا کیونکہ اگر گرنے دیا جاتا تو آسمان سے کوئی نہایت سخت بلا بنی آدم پر نازل ہوتی اور پھر کبھی زمین پر گھاس نہ اگتی۔

سے اہل مکہ کی کچھ غرض نہ تھی۔ لیکن آپ تو صرف بے ہوش ہوگئے تھے اور بہت جلدی پھر ہوش میں آگئے۔ مسلمانوں نے خوشی کے نعرے بلند کئے لیکن آنحضرت نے عقلمندی سے انہیں خاموش کیا تاکہ مکہ والے آپ کے ہوش میں آنے سے آگاہ نہ ہوں۔ آنحضرت کو چٹانوں کے پیچھے ایک محفوظ جگہ میں لے گئے جہاں آپ کے زخم دھوئے اور باندھے گئے۔ جب آنحضرت کا چہرہ خون وخاک سے صاف کررہے تھے آپ نے فرمایا" اس قوم کی تقی کیسے ہوسکتی ہے جس نے اپنے رسول سے جو اسے خدا کی طرف بلاتا ہے یہ سلوک کیا؟ جنہوں نے خدا کے رسول کے چہرے کو خون آلودہ کیا ہے ان پر قہر الہیٰ کے آگ نازل ہو" بیضاوی لکھتا ہے کہ سورہ عمران رکوع 15 کی 144 آیت اور 145 آیتیں اسی موقع پر نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ مرقوم ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِه الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىَ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللّهُ الشَّاكِرِينَ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلاَّ بِإِذْنِ الله كِتَابًا مُّؤَجَّلاً یعنی "محمد تو ایک رسول ہے۔ ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول۔ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ الٹے پاؤں؟ اور کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا وعدہ۔

مذکورہ بالاآیتوں کے نزول سے غرض یہ تھی کہ مسلمانوں پر جو خوف چھا گیا تھا کم کیا جائے۔مکہ والوں نے آنحضرت کی لاش کی تلاش کی مگر کہیں نہ پا سکے۔ ابوسفیان نے قریب آکر بآواز بلند کہا کیا محمد تمہارے درمیان ہے ؟ "لیکن جب کوئی جواب نہ ملا تو کہا " کیا ابوبکر تم میں ہے ؟" اس کا بھی کچھ جواب نہ ملا۔ پھر اس نے پوچھا "کیا عمر تم میں ہے ؟" لیکن اب بھی کچھ جواب نہ ملا۔اس سے مکہ والوں کو یقین ہو گیا کہ آنحضرت ضرور مارے گئے ہیں۔وہ عرب کی خانہ جنگی کے ادھورے فیصلوں کے معمول کے مطابق میدانِ جنگ سے واپس روانہ ہوئے۔ اس موقع پر مکی فوج بآسانی مدینہ میں داخل ہوسکتی تھی اور ممکن تھا کہ عرب کی تواریخ بالکل موجودہ تواریخ سے مختلف ہوتی لیکن انہوں نے خیال کیا کہ جنگ بدر کا خاطر خواہ بدلہ اور انتقام لے لیا گیا ہے لہذا وہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے۔

لڑائی کے بعد عورتوں نے بعض مقتولوں کے اعضا کاٹ ڈالے اور اس نامناسب کارروائی کے متعلق ابوسفیان نے اپنے تئیں بالکل بری الذمہ بیان کیا کیونکہ یہ سچ ہے کہ اس نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن اسلامی مورخین جو کہ اپنے دشمنوں کے حق میں راست گوئی سے بہت کام نہیں لیتے لکھتے ہیں کہ ابوسفیان

نے یہ بھی اعلان کردیا کہ اگلے سال میں بدر پہنچونگا۔آنحضرت کے فرمان کے مطابق مسلمانوں نے جواب دیا کہ بہت خوب ضرور آنا۔ اب عرب کی ناکمل لڑائیوں کے معمول کے مطابق مکہ والوں نے اپنی فتح کی تکمیل و توسیع کی کچھ کوشش نہ کی اور وہیں سے مکہ واپس لوٹ آئے۔

اب مسلمان اپنے مقتولوں اور مجروحوں کی تلاش میں نکلے جب حمزہ کی کٹی چھنٹی لاش آنحضرت کے سامنے لائی گئی توآپ کو سخت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ خدا نے مجھے فتح عنایت کی تو میں مکہ والوں کے 70 آدمیوں کے اعضا اسی طرح سے کاٹونگا۔ پھر جبرائیل آسمان سے پیغام لایا۔ چنانچہ سورہ نحل (رکوع 16 آیت 127)میں مندرج ہے" وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُواْ بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرينَ "یعنی اگر بدلہ دو تو اس قدر جتنی تم کو تکلیف پہنچی اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والوں 1* کو۔"

1* میور صاحب لکھتے ہیں کہ یہ آیت بعد کے زمانے کی مکی صورت میں ہے اور اس لئے اسے جنگ اُحد سے منسوب کرنا درست نہیں ہے (لائف آف محمد جلد سوم صفحہ 179) لیکن بہت سے مفسرین جن میں سید امیر علی صاحب بھی شامل ہیں اسے جنگ اُحد ہی کے بارے میں نازل شدہ مانتے ہیں۔ نولدیکی کا بیان ہے کہ ترمذی اور مصنفِ اتقان اس آیت کو فتح مکہ سے منسوب کرتے ہیں۔ سورہ نحل میں بہت سی مدنی آیات شامل ہیں۔

آنحضرت کا انتقام کشی کا ارادہ تو بالکل صاف ظاہر تھا اور مفسرین 1* بھی کہتے ہیں کہ انتقام لینا جائز تھا لیکن ایک کے بدلے ایک نہ کہ 70 تو بھی وہ کہتے ہیں کہ آنحضرت نے بڑے صبر سے کام لیا اور آیت مندرجہ بالا کے آخری الفاظ کے مطابق انتقام کشی سے بالکل دست بردار ہے۔

سپرٹ آف اسلام کے صفحہ 158 پر جو اس مضمون پر بحث کی گئی ہے وہ نہایت ہی قابل غور ہے ۔ چنانچہ مصنف کہتا ہے "آنحضرت کا غضب اس قدر بھڑکا کہ آپ نے فرمایا کہ آیندہ کو قریش کے مقتولوں کے ساتھ بھی یہی سلوک ہوا کرے گا لیکن آپ کے طبعی حلم ورحم نے آپ کے دل کے قہر پر غلبہ حاصل کیا اور آپ نے فرمایا کہ ظلم کو صبر سے برداشت کرو۔ صبر کرنے والوں کے لئے یہ بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ اس دن سے مردوں کے اعضا کاٹنے کا قبیح دستور جو تمام قدیمی اقوام میں رائج تھا مسلمانوں کے لئے قطعاً ممنوع قرار پایا۔" یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ سید صاحب نے آیت مذکورہ بالا کا پہلا حصہ نقل ہی نہیں کیا جس میں بجائے ممانعت کے صاف وصریح اجازت موجود ہے۔ فقط شرط یہ ہے کہ انتقام اسی حد تک ہو جہاں تک تکلیف

1* تفسیر حسینی جلد اول صفحہ 381 ۔ بیضاوی جلد اول صفحہ 529 ۔ خلاصتہ التفاسیر جلد سوم صفحہ 584۔

پہنچی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضرت نے بعض اوقات علم ورحم سے کام لیا۔ آپ کے حالاتِ زندگی کے پڑھنے والے اس سے انکار نہیں کرسکتے لیکن اس موقع کے صبر و برداشت کے الفاظ آنحضرت کے نہیں ہیں بلکہ جبرائیل کے پیغام کا حصہ ہیں جو کہ راسخ عقیدہ اسلام کے مطابق کلام اللہ یا خود خدا کے الفاظ ہیں اور آنحضرت کا کام فقط یہ تھا کہ وحی آسمانی کو بے کم وکاست لوگوں تک پہنچادیں اور اس میں اپنی طرف سے کچھ نہ ملاویں 1*۔ اگر وحی والہام کی یہ محال صورت جو اہل اسلام مانتے ہیں نہ مانی جاوے تو البتہ آیت زیر بحث سے آنحضرت کے حلم ورحم کا خیال پیدا ہوسکتا ہے۔ بے شک اعضا کاٹنے کا دستور اب رائج نہیں ہے لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ قرآن میں اس کی قطعی ممانعت ہے۔ کیونکہ قرآن میں تو جواز کی ایک خاص ومحدود صورت موجود ہے۔

آنحضرت نے حمزہ کی کٹی چھنٹی لاش پر دعا کی اور اس کے بعد تمام لاشیں ایک ایک کرکے اسی مقام پر لائی گئیں اور سب پر باری باری نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ حمزہ کی لاش پر 70 نمازیں پڑھی گئیں۔

1* مفسرین جس اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں سو یہ ہے کہ "یہ آیت نازل ہوئی" یعنی خدا نے بھیجی عام طور پر اس کا ٹھیک مطلب ہمیشہ یہی ہے کہ آنحضرت کا کلام نہیں بلکہ جبرائیل کی معرفت آسمان سے نازل ہوا۔

پھر تمام شہیدوں کو ان کے خون آلودہ کپڑوں میں جیسے تھے ویسے ہی دفن کردیا کیونکہ آنحضرت نے بیان فرمایا کہ قیامت کے دن خدا ان کو ایسی حالت میں اٹھائیگا کہ ان کے زخموں سے خون جاری ہوگا۔

جب مدینہ کو واپس جارہے تھے تو ہر قوم اور فرقہ کے مردوزن جن کے پاس سے گزر ہوا اگرچہ اپنے مردوں پر ماتم کررہے تھے تو بھی آنحضرت کو سلامت دیکھ کر خوشی کرتے اور کہتے تھے کہ آنحضرت کے ذاتی نقصان کے مقابلے میں اور تمام مصیبتیں بآسانی برداشت ہوسکتی ہیں۔ مدینہ پہنچ کر آنحضرت نے معلوم کیا کہ اگرچہ تمام شہر میں ماتم عام ہے تو بھی حمزہ کے گھر سے ماتم کی صدا نہیں آتی۔ آپ نے حمزہ کے گھر میں عورتوں کو بھیجا تاکہ آدھی رات تک ماتم کریں۔

اب آنحضرت کو خبر ملی کہ بعض اہل مکہ لڑائی سے جلد لوٹ جانے پر افسوس کررہے ہیں۔ اس سے آپ نے سمجھا کہ ممکن ہے کہ اب وہ پھر حملہ کریں۔ اپنے پیروان کی ہمت افزائی کے لئے بلال موذن کو ذیل کے اعلان کا حکم ملا" خدا کا رسول تم کو حکم دیتا ہے کہ بسرعت تمام دشمنوں کی تلاش میں نکلو لیکن صرف وہی نکلیں جو جنگ احد میں حاضر تھے۔ دوسروں کو اجازت نہیں ہے" اگرچہ بہت سے آدمی ابھی تک اپنے زخموں سے کراہتے تھے تو بھی پے در پے کوچ

کرکے مدینہ سے 12 میل کے فاصلے پر بمقام حمر الاسد پہنچے لیکن مکہ والے وہاں سے ایک روز پیشتر کوچ کر گئے تھے۔ بیضاوی کہتا ہے کہ سورہ عمران رکوع 18 کی 173 آیت اسی موقع پر نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ مرقوم ہے " الَّذِينَ اسْتَجَابُواْ لِلّهِ وَالرَّسُولِ مِن بَعْدِ مَآ أَصَابَهُمُ الْقَرْحُ لِلَّذِينَ أَحْسَنُواْ مِنْهُمْ وَاتَّقَواْ أَجْرٌ عَظِيمٌ" یعنی جن لوگوں نے حکم مانا اللہ اور رسول کے بعد اس کے کہ ان میں پڑچکا گھاؤ۔ جو ان میں نیک ہیں پرہیز گاروں کو ثواب بڑا ہے۔" اب ایک شخص معبد نامی جو اگرچہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوا تھا تو بھی آنحضرت کا بڑا دوست اور ہوا خواہ تھا حمر الاسد میں آپ کی دلجوئی اور ہمدردی کے اظہار کے بعد وہاں سے روانہ ہوا اور مکی فوج میں پہنچ کر مسلمانوں کی جمعیت کا ایسا مبالغہ آمیز بیان کرنے لگا کہ مکہ والے خائف ہو کر بہت جلدی مکہ جا پہنچے۔ پھر معبد نے اپنی اس کارروائی کی کامیابی کی خبر آنحضرت کے پاس بھیجی۔

آنحضرت نے حمر الاسد میں تین روز تک قیام کیا اور پھر مدینہ کی طرف مراجعت کی۔ اس سہ روزہ قیام سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت اب پھر دشمنوں سے لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

کیونکہ اگر آپ لڑنا چاہتے تو بآسانی مکی فوج کو جالیتے لیکن آپ کے کوچ ہی سے قرب وجوار کی عربی اقوام پر آپ کی ہمت وجرات کا کافی اظہار ہو گیا اور آپ کا مطلب پورا ہو گیا کیونکہ اگر آپ مدینہ سے مکی فوج کے تعاقب میں نہ نکلتے تو شکست خوردہ ومغلوب سمجھے جاتے اور اوروں کو آپ پر حملہ کرنے کی ہمت حاصل ہوتی۔

جنگ اُحد کی یادگاری بڑے شوق سے کی جاتی تھی۔چنانچہ آنحضرت ہر 1*سال میدان جنگ اُحد کی زیارت کو جاتے تھے اور وہاں کے مدفون شہیدوں کے لئے برکت ورحمت چاہتے اور فرمایا کرتے تھے۔ " ان سب تکلیفوں کے لئے جو تم نے برداشت کھیں تم پر سلامتی ہو اور تمہارا آیندہ حال اور بھی مبارک ہو۔"فاطمہ سے روایت ہے کہ اس نے ایک دن شہیدان اُحد کی قبروں کی زیارت کی اور وہاں کھڑی ہو کر کہا " السلام علیکم2* یا عم3* رسول اللہ اور اس کا جواب ملا" وعلیکم السلام 4*۔دیگر زائرین رحمت اللہ اور ابن خالد وغیرہ بھی بیان کرتے ہیں کہ ان کو بھی اسی طرح سے سلام کا جواب ملا۔ تمام شہیدانِ اُحد کے نام کتابوں میں مرقوم ہیں اور ان کی یادگاری نہایت

1* خلیفہ ابوبکر اور عمر نے بھی اس دستور ورسم کو قائم رکھا۔ 2* اے رسول اللہ کے چچا آپ پر سلام۔
3*یعنی حمزہ۔4* تم پر بھی سلام۔

ضروری خیال کی جاتی ہے اور ان کے متعلق بہت سی عجیب وغریب حکایت بیان کی جاتی ہیں۔مثلاً کہتے ہیں کہ قیامت کے روز جب وہ قبروں سے اٹھینگے تو ان کے زخم گہرے سرخ رنگ کے نہایت درخشاں ہونگے اور ان سے مشک کی سی خوشبو آئیگی۔ لیکن باوجود یکہ شہیدانِ احد کی شان وعظمت کے بیان سے احادیث بھری پڑی ہیں تو بھی شکست سے آنحضرت کی رسالت کو بہت سخت صدمہ پہنچا اور آپ کو بڑی ہوشیاری اور چالاکی سے اس نقصان سے بچنا پڑا جو جنگ احد میں 70 آدمیوں کے مارے جانے کے نقصان سے بھی کہیں بڑھ کر تھا۔ شکست کھانے پر بہت سے بڑ بڑا کر کہنے لگے کہ اگر یہ لڑائی ہمارے فائدے کے لئے ہوتی تو ہم میں سے کوئی بھی مارا نہ جاتا۔ اس پر آنحضرت نے وحی آسمانی کے زبانی یوں فرمایا جیسا کہ سورہ عمران رکوع 16 آیت 155 میں مرقوم ہے۔لَّوْ كُنتُمْ فِي بُيُوتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِينَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ إِلَى مَضَاجِعِهِمْ وَلِيَبْتَلِيَ اللّهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ وَلِيُمَحَّصَ مَا فِي قُلُوبِكُمْ یعنی "اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں تو البتہ باہر نکلتے جن پر لکھا تھا مارا ہی جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا جو تمہارے دل میں ہے۔"

مندرجہ بالاآیات کے نزول واعلان سے اس امر پر زور

دیا گیا کہ اگر تم مدینہ ہی میں رہتے اور باہر نہ جاتے تو اس سے بھی کچھ فائدہ نہ ہوتا اب وحیِ آسمانی کے پیغام بکثرت آنے لگے اور اس بات کی تفہیم ہونے لگی کہ شکست آنحضرت کے پیروان کی وفاداری کو آزمانے اور ان کی نافرمانبرداری کے نتائج کو ظاہر کرنے کی غرض سے تھی۔ اب بھی فتح بدر خدا کی خوشنودی کا خاص نشان بیان کی جاتی تھی ۔ کیا اب یہ شکست ایسی نہ تھی کہ جس طرح فتح بدر عنایت الہیٰ تھی اسی طرح اس کو غضب الہیٰ قرار دیں ؟ اس نازک 1* حالت میں سورہ عمران کی بہت سی آیات 2* اسی شکست کی تفہیم سے مخصوص ہیں۔ قرآن کی تواریخی تکمیل کی یہ نہایت عمدہ مثال ہے اور اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت کے واقعات زندگی کی تبدیلیوں کے مطابق وحیِ آسمانی بھی تبدیل ہوتا رہتا تھا

1* قریش نے مسلمانوں کو ترغیب دی کہ آنحضرت کے دین کو ترک کریں لیکن آپ نے فوراً وحی آسمانی کا پیغام سنایا چنانچہ سورہ عمران رکوع 16 آیت 149 میں مندرج ہے" **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوَاْ إِن تُطِيعُواْ الَّذِينَ كَفَرُواْ يَرُدُّوكُمْ عَلَى أَعْقَابِكُمْ فَتَنقَلِبُواْ خَاسِرِينَ** یعنی اے ایمان والو اگر تم کہا مانو گے منکروں کا تو تم کو پھیر دینگے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے نقصان میں" بیضاوی کہتا کہ اس آیت میں صادقین وہ منافقین مراد ہیں جنہوں نے احد کی شکست کے بعد مومنین سے کہا کہ اپنے اور اپنے بھائیوں کے دین کی طرف رجوع کرو اگر آنحضرت نبی ہوتا تو اسکی یہ حالت نہ ہوتی۔

2* آنحضرت کی نظر میں اس سورت کی بڑی قدر و منزلت تھی چنانچہ آپ نے فرمایا کہ جو کوئی اس سورت (عمران) کو پڑھیگا اس کی ایک آیت کے صلے میں پل صراط پر سے صحیح سلامت گذریگا۔

چنانچہ ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

(1)عبد اللہ ابن ابے اور دیگر اشخاص کے بارے میں جو کڑ کڑاتے تھے یوں پیغام آیا" اے ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو منکر ہوئے۔ اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو۔ جب سفر کو نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد کہ اگر رہتے ہم پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے۔ کہ اللہ اس سے ڈالے افسوس ان کے دل میں " (عمران)۔

(2) تیر اندازوں کا اپنی جگہ سے ہلنا اور ان پر شکست کا الزام یوں مسطور ہے "اللہ تو سچ کرچکا تم سے اپنا وعدہ جب تم لگے ان کو کاٹنے اس کے حکم سے جب تک کہ تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور بے حکمی 1* بعد اس کے کہ تم کو دکھاچکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں 2* چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت (عمران رکوع 16 آیت 15)

فتح تو مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں تھی لیکن آنحضرت نے ان کو اپنی اپنی جگہ ثابت قدم رہنے کا حکم دیا تھا اور انہوں نے اس حکم کو نہ مانا لہذا شکست کھائی۔

1* حکم رسول۔ خلاصتہ التفاسیر جلد اول صفحہ 311۔ 2* بیضاوی کہتا ہے کہ جبیر 10 سے بھی کم آدمیوں کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑا رہا اور باقی لوٹ کے لئے بھاگ گئے۔

(3)جب مسلمان بھاگنے لگے توآنحضرت نے پکارنا شروع کیا اور بآواز بلند کہا " اے مسلمانو میں اللہ کا نبی ہوں۔ میرے پاس آؤ۔آؤ۔ لیکن کوئی اپ کے پاس لوٹ کر نہ آیا۔ چنانچہ سورہ عمران رکوع 16 آیت 154 میں مندرج ہے " جب تم چڑھتے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا پچھاڑی میں ۔پھر تم کو تنگ کیا بدلہ تمہارے تنگ کرنے کا تو غم نہ کھایا کرواس کا جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے۔1*

(4)جنگِ احد مسلمانوں کی فرمانبرداری اور ان کے ایمان کی آزمائش کی غرض سے تھا۔ چنانچہ سورہ عمران رکوع 14 آیت 140 و141 میں مرقوم ہے " اگر تم نے زخم پایا تووہ لوگ بھی پاچکے ہیں زخم 2* ویسا ہی اور یہ دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں اس واسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے اور مٹادے منکروں کو۔ جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اسکے دو برابر ۔کہتے ہو

1* بیضاوی کہتا ہے کہ تکلیف یا تنگی سے آنحضرت کی رنجید گی اور شکست کا غم مراد ہے اور یہ (اسلئے نازل ہوا کہ مالِ غنیمت سے محروم رہنے پر غم نہ کھاویں۔ یہاں مال غنیمت کی طرف اشارہ ہے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں لوٹ کی خواہش نہایت زبردست تھی۔

2*جنگِ بدر میں مسلمانوں نے مکہ والوں کا بہت نقصان کیا تھا۔

یہ کہاں سے آئی ہے ؟ توکہہ یہ آئی تم کو[1]* اپنی طرف سے ۔اللہ ہر چیز پر قادر ہے جو کچھ تم کو سامنے آوے ۔ جس دن بھڑیں دو فوجیں اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ اللہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور منافقوں کو۔"

(5)یہودیوں نے اس شکست پر مسلمانوں کو طعنہ زنی شروع کی اور اس پر جبرائیل یہ پیغام لایا" محمد تو ایک رسول ہے ۔ ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول ۔ پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں ؟ اور جو کوئی پھر جاویگا الٹے پاؤں وہ نہ بگاڑ یگا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دیگا بھلا ماننے والوں کو اور کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے جو لکھا ہوا وعدہ ہے" (سورہ عمران 15 رکوع آیت 144و145)۔

اس مندرجہ بالا حوالے میں پہلے تو آنحضرت کی موت کی افواہ کی طرف اشارہ ہے جو جنگ احد میں پھیل گئی تھی اور اس میں استد لال یہ ہے کہ اگر آنحضرت جنگ میں مارے بھی جاتے تو اس سے اسلام کی تکذیب نہیں ہو سکتی تھی اور یہودیوں کے لئے طعنہ زنی کرنے کا کوئی موقع نہ تھا کیونکہ احادیث میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت گر پڑے تو مسلمانوں نے کہا کہ " اگر آنحضرت مر گئے تو کیا ہوا؟حضرت محمد کا خدا حی القیوم

1*بیضاوی لکھتا ہے کہ مسلمانوں کو نبی کا حکم توڑنے اور اپنی جگہ چھوڑنے کے سبب سے شکست ہوئی تھی اور اس آیت میں اسی طرف اشارہ ہے سورہ آل عمران رکوع 17آیت 166و167)۔

ہے اور اس کے رسول نے اپنا کام پورا کرلیا ہے۔ دین کے لئے لڑائی میں ثابت قدم رہو۔" یہ تو منافقین نے کہا تھا کہ " اگروہ رسول ہوتا تو مارا نہ جاتا۔ اپنی برادری اور اپنے دین کی طرف رجوع کرو۔"

(6) واقدی کے بیان کے مطابق ذیل کی آیت میں عبداللہ ابن ابے کی بیوفائی کی طرف اشارہ ہے اور دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت ان منافقین کی طرف اشارہ کرتی ہے جو مسلمانوں کو لڑائی سے دست بردار ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔ چنانچہ لکھا ہے "اے ایمان والو! تم نہ ہو ان کی طرح جو منکر ہوئے اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں جو جب سفر کو نکلیں ملک میں یا ہوں جہاد میں کہ اگر رہتے ہم پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے" (سورہ عمران رکوع 17 آیت 157)۔

(7)جنہوں نے میدان جنگ سے منہ موڑا ان کے حق میں یوں لکھا ہے " يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ "یعنی اے ایمان والو کیوں کہتے ہو منہ سے جو نہیں کرتے ؟(سورہ صف پہلا رکوع آیت دوسری)۔

انہیں یاد دلائی گئی کہ کوئی بات محض اتفاقیہ وقوع میں نہیں آتی کیونکہ سورہ حدید 3 رکوع آیت 22 میں یوں مرقوم ہے۔

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا"یعنی کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں اور نہ آپ تم میں جو نہیں لکھی کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اس کو دنیا میں۔"

مسلمان اُحد کی شکست سے ہمت ہارنے سے منع کئے گئے۔ چنانچہ سورہ عمران رکوع 15 آیت 146 میں یوں مسطور ہے "بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب۔ پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں اور نہ سست ہوئے ہیں۔ نہ دب گئے ہیں (146آیت) جن لوگوں نے حکم مانا اللہ اور رسول کا بعد اس کے کہ ان میں پڑچکا تھا کٹاؤ۔ جو ان میں نیک ہیں [1]* اور پر ہیز گاروں کو ثواب بڑا ہے۔" (173آیت)۔

پھر سورہ عمران میں اپنی خطا کا اقرار کرتے ہوئے اور معافی مانگتے ہوئے یوں پیش کئے گئے ہیں" اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ

1* بیضاوی کے بیان کے مطابق یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب مسلمان جنگ احد کے زخموں سے زحمت میں تھے اور کوچ کرکے حمر الاسد پہنچے تھے اور لڑنے کے لئے آگے جانے کو تیار تھے۔ یہ ان کا نیک کام تھا اور خدا ترسی وپرہیز گاری پر دلالت کرتا تھا۔

اے رب بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر قوم پر" رکوع 15 آیت 147۔

مظہر مفسر بیان کرتا ہے کہ جنگ احد میں دو خطائیں سرزد ہوئی تھیں۔ منافقین کا ایمان کمزور تھا اور مسلمان خائف ہو کر بھاگ نکلے 1*۔ سورہ عمران رکوع 17 آیت 172، 170 میں شہیدوں کی مبارک حالی کے باب میں مرقوم ہے " تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے۔ خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے اپنے فضل سے" مہاجرین کے حق میں خاص طور سے لکھا ہے (عمران 20 رکوع آیت 196) جو لوگ اپنے سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے میں اتارونگا ان سے برائیاں ان کی اور داخل کرونگا باغوں میں جن کے نیچے بہتی ندیاں "۔

جنگِ احد کے بعد آنحضرت نے بزدلوں کو ڈانٹا اور اپنی کامیابی کی نہایت قوی امید کو ظاہر کیا۔ چنانچہ سورہ صف رکوع پہلا آیت 9 میں مندرج ہے" هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى

خلاصہ التفاسیر جلد اول صفحہ 308

وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّه وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ "یعنی وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول ہدایت اور سچے دین کے ساتھ کہ اس کو اوپر کرے تمام دینوں کے اور پڑے برا مانیں شرک کرنے والے " (سورہ صف آیت 9) اس آیت کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ اسلام کو خواہ کتنی ہی مشکلات پیش آویں آخر کار تمام جہان کے دیگر ادیان پر غالب آئے گا اور سب اس کو قبول کر کے اس کے احکام کو بجا لاوینگے ۔ پھر سورہ عمران کی آخری آیت میں مندرج ہے " یَا أَیُّهَا الَّذِینَ آمَنُواْ اصْبِرُواْ وَصَابِرُواْ وَرَابِطُواْ وَاتَّقُواْ اللّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ یعنی" اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ میں مضبوطی کرو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو۔ حسین اس کی تفسیر میں لکھتا ہے کہاس سے دائمی جنگ 1* وجدل کی طرف اشارہ ہوتا ہے ۔

1*اس سے یہ نتیجہ بھی نکل سکتا ہے کہ نفسانیت اور جسمانی شہوات سے لڑنا مراد ہے لیکن بیضاوی ،عبداللہ بن عباس اور چند دیگر مفسرین دونوں معنی بیان کرتے ہیں اور باقی تمام مفسرین جنگ وجدل کے معنی بتاتے ہیں اور چونکہ یہ آیت ایک ایسی سورۃ میں ہے جو جنگ احد کے بیان سے معمور ہے اسلئے اس سے جنگ وجدل کے معنی مراد لینا زیادہ قرین قیاس ہے ۔

آنحضرت جنگِ احد کے خیالات میں بہت محو تھے۔ اس جنگ کے متعلق آپ نے بہت سے الہامات پیش کئے ۔ اپنے پیروان کو نافرمانی و بغاوت سے باز رکھنے اور بچانے کے لئے آپ بہت فکر مند تھے۔ ان تمام باتوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ جنگِ احد میں شکست کھانا آنحضرت کی زندگی کا نہایت عظیم اور ضروری واقعہ ہے ۔ احادیث تو جنگِ بدر اور اُحد کے متعلقہ عجائبات اور معجزات سے بھری پڑی ہیں لیکن اگر ہم ان عجائبات اور افواج فرشتگان کا خیال چھوڑ کر تمام تواریخی واقعات کے طور پر ان پر نظر ڈالیں تو صاف معلوم ہوجائیگا کہ جنگِ بدر کا خاص سبب یہ تھا کہ آنحضرت نے مکہ کے ایک تجارتی کارواں کو لوٹنے کی کوشش کی تھی اور جنگِ اُحد کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت نے ایک کارواں لوٹ لیا تھا۔ اہل مکہ واہل مدینہ میں خواہ کیسی ہی باہمی دشمنی رہی ہو تو بھی جنگ بدر اور جنگ احد میں اہل مکہ کی طرف سے پیش قدمی نہیں ہوئی۔

قریش کی طرف سے ان لڑائیو کا کوئی بیان نہیں ملتا جو بیانات دستیاب ہوسکتے ہیں وہ سب کے سب مورخین ومحدثین اور مفسرین اسلام کے ہیں لیکن ان کو بھی اگر بے تعصبی اور نظر انصاف

سے دیکھا جائے تو خواہ مخواہ کسی حد تک مکہ والوں سے ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ وہ مجبور تھے کہ اپنے ذریعہ معاش، کاروبار اور جان ومال کے لئے لڑیں۔ ان دونوں لڑائیوں میں پیش قدمی اور زیادتی اہل مدینہ یعنی مسلمانوں ہی کی طرف سے نظر آتی ہے۔ مکہ والے خود حفاظتی کے لئے مجبوراً لڑتے تھے۔

ختم شد